اگست ۸۹ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

★ مجاہدینِ افغانستان کی عبوری حکومت کو بلا تاخیر تسلیم کیا جا

اس معاملے میں تاخیر و تعویق ملت اسلامیہ سے غداری کے مترادف ہے

عید الاضحیٰ کے پُر شکوہ اجتماع سے امیر تنظیمِ اسلامی کا خطاب

یکے از مطبوعات

تنظیمِ اسلامی

تعمیر کی ہر ضرورت کا حل ہمارے پاس ہے

● تعمیر کی ہر ضرورت کے لیے سٹیٹ سیمنٹ مختلف سیمنٹ تیار کرتے ہیں
● پورٹ لینڈ سیمنٹ - عام زمین پر ہر قسم کی تعمیر کے لیے
● سلفیٹ رزسٹنگ سیمنٹ - ساحل سمندر اور شور زدہ زمین پر تعمیر کی ضرورت
● سلیگ سیمنٹ - بنیادوں اور بڑے حجم والے کنکریٹ کیلئے بے مثال
● وائٹ سیمنٹ - آرائشی کام اور فرشوں کیلئے مخصوص

سٹیٹ سیمنٹ کارپوریشن آف پاکستان (پرائیویٹ) لمیٹڈ
بی-ای-سی بلڈنگ گلبرگ ۱۱۱، لاہور، پاکستان، فون: ۹-۸۰۳۳۱

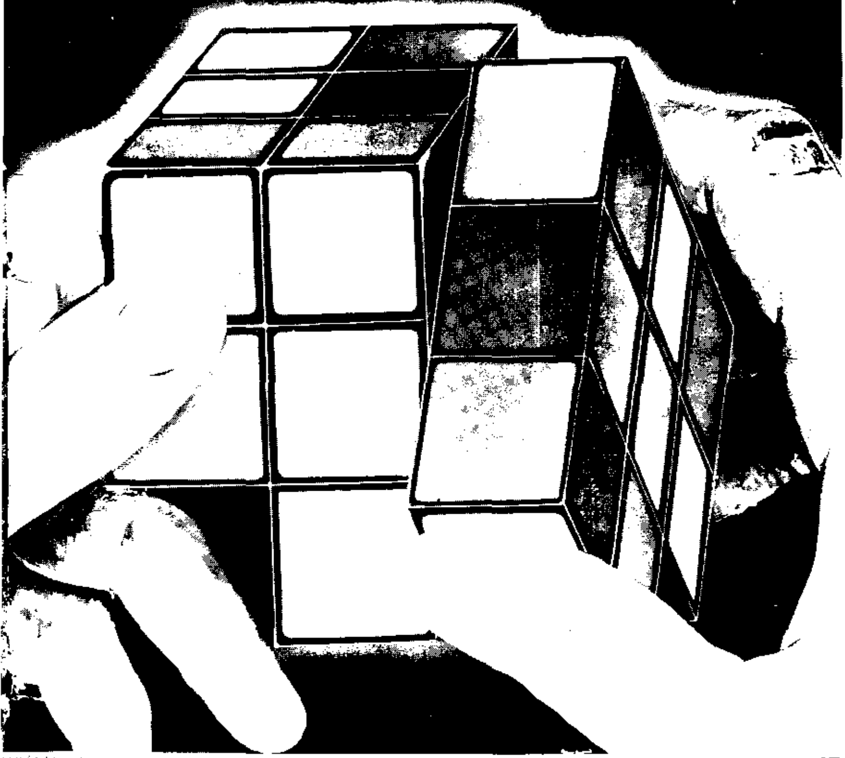

SCAN

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اس میثاق کو یاد کرو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

جلد :	۳۸
شمارہ :	۸
محرم الحرام	۱۴۰۹ھ
اگست	۱۹۸۹ء
فی شمارہ	-/۵
سالانہ زرِ تعاون	-/۵۰

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

سعودی عرب، کویت، دوبئی، دوہا، قطر، متحدہ عرب امارات۔	۲۵ سعودی ریال
ایران، ترکی، اومان، عراق، بنگلہ دیش، الجزائر، مصر، انڈیا۔	۶۔ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک، جاپان وغیرہ۔	۹۔ امریکی ڈالر
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ۔	۱۲۔ امریکی ڈالر

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ۔ ماڈل ٹاؤن فیروز پور روڈ۔ لاہور (پاکستان)

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۸۵۶۰۰۳-۸۵۶۰۰۴

سب آفس: ۱۱۔ داؤد منزل نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی۔ فون: ۲۱۶۵۸۶

ناشر: لطف الرحمٰن خان طابع: رشید احمد چودھری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

■ عرضِ احوال ——— ۳
عاکف سعید

■ تذکرہ وتبصرہ ——— ۷
مجاہدین افغانستان کی عبوری حکومت کو بلاتاخیر تسلیم کیا جائے!
عیدالاضحیٰ کے اجتماع سے امیرِ تنظیم اسلامی کا خطاب

■ اخبارات میں فحاشی کے خلاف امیرِ تنظیم اسلامی کی پریس کانفرنس ——— ۱۵
اور خطاباتِ جمعہ کے پریس ریلیز

■ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت داعئ انقلاب (۵) ——— ۲۳
امیرِ تنظیم اسلامی کا ایک فکر انگیز خطاب

■ ایک تاریخی دستاویز ——— ۳۳
مسلم فیملی لاز آرڈیننس پر علمائے کرام کا تبصرہ

■ تحریک الاخوان المسلمون (۲) ——— ۴۹
قاضی ظفر الحق

■ ایک سوال اور اس کا جواب ——— ۶۷
غیاث الدین چوہدری / ڈاکٹر اسرار احمد

■ افکار و آراء ——— ۷۳
اخبارات میں فحاشی کے خلاف تنظیم اسلامی کی مہم، مبصرین کی نظر میں

■ خطوط و نکات ——— ۷۶
(۱) سوئٹزرلینڈ سے ایک صاحب درد کی پکار
(۱۱) بھارت سے ایک طالبِ قرآن کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

اس بار عید الاضحی کے موقع پر امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے جہاد افغانستان کو خطاب کا موضوع بنایا۔ 20 منٹ کے مختصر سے خطاب میں انہوں نے سورہ الحج کی اُن چار آیات کے ترجمے کے حوالے سے' جو حج اور قربانی کے بیان کے **متصلاً** بعد اس سورہ مبارکہ میں وارد ہوئی ہیں' اس حقیقت پر روشنی ڈالی کہ یہ قرآن حکیم کا اعجاز ہے کہ افغان جہاد پر یہ آیات یوں منطبق ہوتی دکھائی دیتی ہیں گویا اُن کا نزول اِسی سلسلے میں ہوا ہو۔ اس موقع پر امیرِ تنظیم نے دو ٹوک الفاظ میں مجاہدین کی عبوری حکومت کے تسلیم کرنے میں حکومت پاکستان کی جانب سے تاخیر کو ملت اسلامیہ سے غداری کے مترادف قرار دیتے ہوئے ایک قرارداد کی صورت میں حکومت پاکستان سے پر زور مطالبہ کیا کہ مجاہدینِ **افغانستان** کی عبوری حکومت کو بلا تاخیر تسلیم کیا جائے۔ مسجد دار السلام باغ جناح کے سبزہ زاروں میں **کھیں باندھے** ہزاروں فرزندانِ توحید نے اس قرارداد کو بالاتفاق منظور کیا جسے بعد میں پریس ریلیز کی شکل میں اخبارات کو بھجوا دیا گیا۔ لیکن یہ نہایت عجیب بلکہ قابل افسوس معاملہ ہے کہ ملک کے چوٹی کے اخبارات' جو امیر تنظیم کے اُن بیانات کو جن سے موجودہ جمہوری نظام کو بلاواسطہ یا بالواسطہ تقویت پہنچتی ہو بڑے اہتمام سے ہی نہیں بلکہ کچھ اِس انداز سے شائع کرتے ہیں کہ امیر تنظیم کا موقف یک رُخے انداز میں پبلک کے سامنے آتا ہے' اس قرارداد اور خطابِ عید کے پریس ریلیز کو بالکل ہضم کر گئے۔ حالانکہ عید سے ایک روز قبل مذکورہ بالا خطاب عید اور اس کے موضوع کا اخبار میں باقاعدہ اشتہار بھی دیا گیا تھا تاکہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے افراد کے ساتھ ساتھ پریس کے لوگ بھی متوجہ ہو جائیں۔ لیکن ناطقہ سر بگریباں ہے کہ اِن اخبارات والوں کو کیا کہا جائے! قارئینِ "میثاق" کے افادے کے لئے محترم ڈاکٹر صاحب کا یہ خطاب مع قرارداد کے اِس پرچے میں شامل کر دیا گیا ہے۔

قارئین کے علم میں ہو گا کہ گذشتہ چند ماہ سے مسجد دار السلام میں جہاں امیر تنظیم اسلامی اجتماعِ جمعہ سے خطاب فرماتے ہیں' نماز جمعہ کے بعد باقاعدگی سے سوال جواب کی ایک مختصر نشست منعقد ہوتی ہے جس میں نمازی حضرات دلچسپی اور انہماک سے شریک ہوتے ہیں۔ عید سے **متصلاً** قبل 7 ر جولائی کے اجتماعِ جمعہ میں خطبہ و نماز کے بعد سوال جواب کی نشست میں شرکاءِ جمعہ کی جانب سے امیر محترم سے جو سوالات کئے گئے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ کیا پیپلز پارٹی کا مشہور نعرہ "طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں" شرک کے زمرے میں آتا ہے یا اس کی کوئی تاویل ممکن ہے؟ محترم ڈاکٹر صاحب نے اس مختصر سے وقت میں جو جواب دیا وہ خود اپنی جگہ مزید تشریح کا متقاضی تو تھا ہی مزید ستم ظریفی یہ ہوئی کہ اخبارات میں اس کی رپورٹنگ جس انداز میں آئی اس سے عام لوگوں کے ذہنوں میں خلجان کا پیدا ہونا فطری تھا۔

چنانچہ اخبارات میں اس پر ایک آدھ حلقے کی جانب سے تنقیدی بیانات بھی شائع ہوئے۔ اس سے اگلے جمعے میں، کہ عید الاضحی بھی اتفاق سے اسی روز تھی، امیر محترم نے تفصیل سے اس موضوع پر اظہار خیال کیا۔ اسی خطابِ جمعہ کا پریس ریلیز اخبارات کو ارسال کیا گیا لیکن عید کے سبب چونکہ دو دن اخبارات کے دفاتر میں تعطیل رہی لہٰذا وہ وضاحتی بیان بھی اخبارات کے صفحات میں جگہ نہ پا سکا۔ بہت مناسب ہوتا اگر ہم اس خطاب کو ٹیپ کی ریل سے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر کے اس پرچے میں شائع کرتے لیکن بوجوہ ایسا ممکن نہ ہوا۔ تاہم "مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ" کے اصول کے تحت اس خطاب کے پریس ریلیز کو بھی اسی شمارے میں شامل کیا گیا ہے، جس سے معاملۂ زیرِ بحث کی کسی قدر وضاحت ہو جاتی ہے۔

زیرِ نظر شمارے میں "مسلم فیملی لاز آرڈی ننس پر علماء کرام کا تبصرہ" کے عنوان سے وہ تاریخی دستاویز شائع کی جا رہی ہے جسے بجا طور پر پاکستان کی چالیس سالہ تاریخ میں علماء کرام کی خدمات کے باب میں ایک اہم سنگ میل قرار دیا جا سکتا ہے۔ مارچ 1961ء میں شائع ہونے والی یہ دستاویز اُن اباحیت پرست دانشوروں کے منہ پر ایک زوردار طمانچے کی حیثیت رکھتی ہے جن کے خیال میں دین کے بنیادی مسائل پر علماء متفق و متحد نہیں ہیں اور انہیں مسائلِ دینیہ کے معاملے میں کسی بھی متفقہ رائے پر جمع نہیں کیا جا سکتا۔ سابق صدر ایوب خان کے نافذ کردہ عائلی قوانین کے خلاف، جو درحقیقت غلام احمد پرویز کے تصنیف کردہ تھے، تمام قابلِ ذکر مکاتبِ فکر کے علماء کرام کا متفقہ بیان ایک برہانِ قاطع کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے مطالعے سے جہاں مروّجہ عائلی قوانین کا غیر اسلامی ہی نہیں غیر فطری ہونا بھی قطعیت کے ساتھ واضح ہو جاتا ہے وہاں یہ دستاویز احکامِ دین کے بارے میں علماء کرام کے فہم و تفقّہ پر عمومی اعتماد میں اضافے کا باعث بھی بنتی ہے۔ علماء کرام کے اس متفقہ بیان کے ہوتے ہوئے مملکت اسلامیہ پاکستان میں پرویز صاحب کے تجویز کردہ خلافِ اسلام عائلی قوانین کا بدستور نافذ رہنا اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے اس ملک میں قومی و ملکی سطح پر احکامِ دین کا نفاذ شروع ہی سے ہماری ترجیحات میں شامل نہ تھا۔ اور شاید اسی جرمِ عظیم کی سزا آج پوری پاکستانی قوم بدترین خانہ جنگی کی شکل میں بھگت رہی ہے جس کا فتنہ مملکت خداداد پاکستان میں ہر چہار طرف نت نئی صورتوں میں جلوہ گر ہو رہا ہے۔ اور ہر آنے والی صبح اندیشوں اور خدشات کی ایک نئی لہر لے کر طلوع ہوتی ہے۔ نہ معلوم ہمیں ہوش کب آئے گا اور وہ مبارک ساعت کب آئے گی جب ہم اجتماعی توبہ کا راستہ اختیار کر کے اپنے جرم کی تلافی کا کچھ سامان کر سکیں گے؟ خدشہ یہ ہے کہ اس شبھ گھڑی آنے سے قبل اللہ کی طرف سے دراز کردہ رسی کھینچ لی جائے اور ہم کفِ افسوس ملتے رہ جائیں۔ "اعاذنا اللہ من ذٰلک"!!!

خنک روزے بود یا بیم اگر خضرِ ہدایت را
کہ رہوارِ یقین ما بصحرائے گماں گم شد را

کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم حاصل کرنیکا بہترین موقع

قرآن کالج

نوٹس داخلہ

میں ایف اے (سال اوّل) میں داخلے کے لیے فارم جمع کرانے کی آخری تاریخ ۳۱ ر اگست ۸۹ء ہے نتیجے کے منتظر طلبہ بھی درخواست دے سکتے ہیں تفصیلات کے لیے پراسپکٹس طلب فرمائیں۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے

ماہ اگست کے مجوزہ پروگرام

۴ر تا ۱۱ر اگست ۸۹ تربیت گاہ برائے مبتدی رفقاء

بمقام: مرکزی دفتر تنظیم اسلامی، گڑھی شاہو، لاہور

(۲)

۱۰ر تا ۱۱ر اگست ۸۹ تعارفی و تنظیمی اجتماع طلباء تنظیم اسلامی، پاکستان

بمقام: قرآن اکیڈمی، لاہور

(۳)

۱۱ر تا ۱۸ر اگست ۸۹ تربیت گاہ برائے منتظم رفقاء

بمقام: قرآن اکیڈمی، لاہور

نئی کارمینا نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے زیادہ پُرتاثیر

انسان کی تن دُرستی کا زیادہ تر انحصار معدے اور جگر کی صحت مند کارکردگی پر ہے۔ اگر نظامِ ہضم درست نہ ہو تو دردِ شکم، بدہضمی، قبض، گیس، سینے کی جلن، گرانی یا بھوک کی کمی جیسی شکایات پیدا ہوجاتی ہیں جس کے سبب غذا صحیح طور پر جُزوِ بدن نہیں بنتی اور صحت رفتہ رفتہ متاثر ہونے لگتی ہے۔

پاکستان اور دنیا کے بہت سے ممالک میں ہمدرد کی کارمینا پیٹ کی خرابیوں کے لیے ایک مؤثر نباتی دوا کے طور پر شہرت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ ہر گھر کی اہم ضرورت ہے اس لیے ہمدرد کی تجربہ گاہوں میں اس کی افادیت پر ہمہ وقت تحقیق و تجربات کا عمل جاری رہتا ہے۔ نئی کارمینا اسی تحقیق کا حاصل ہے۔ نئی کارمینا کو پودینے کے جوہر اور دیگر مفید و مؤثر اجزا کے اضافے سے زیادہ قوی، پُرتاثیر اور خوش ذائقہ بنا دیا گیا ہے۔

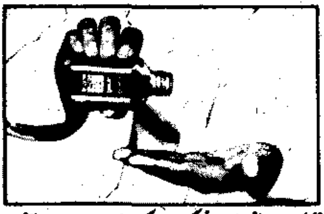

نئی کارمینا نظامِ ہضم کو بیدار کرنے، معدے اور آنتوں کے افعال کو منظم و دُرست رکھنے میں زیادہ کارگر ہے۔

بچّوں بڑوں سب کے لیے مفید **نئی کارمینا** ہمیشہ گھر میں رکھیے

ہمدرد
ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

تحقیق، رُوحِ تخلیق ہے

مجاہدینِ افغانستان کی عبوری حکومت کو بلاتاخیر تسلیم کیا جائے

اس معاملے میں تاخیر و تعویق ملتِ اسلامیہ سے غدّاری کے مترادف ہے

——— عیدالاضحیٰ کے اجتماع سے امیر تنظیم اسلامی کا خطاب ———

(ترتیب و تسوید: حافظ خالد محمود خضر)

حضرات! بارہا میں نے جمعہ اور عیدین کے خطابات میں یہ بیان کیا ہے کہ قرآن مجید میں حج اور عیدالاضحیٰ کے سلسلہ میں جو آیات وارد ہوئی ہیں، سورۃ البقرہ میں ان سے متّصلاً قبل اور سورۃ الحج میں ان سے متّصلاً بعد قتال یعنی اللہ کی راہ میں جنگ کا ذکر آیا ہے، اس کی بڑی حکمت ہے اور خاص طور پر عیدالاضحیٰ کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ آج کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ کام ' اہراق الدّم ' ہے۔ یعنی اللہ کے پیدا کردہ جانور جو اس نے ہمیں عطا کیے ہیں (عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ) اُن پر اللہ کا نام لیا جائے اور ان کا خون بہایا جائے۔ اللہ کے نام پر جانوروں کو قربان کرنے کی بڑی معنوی مناسبت ہے اللہ کی راہ میں جنگ کرنے سے۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ الحج میں اس مضمون کے فوراً بعد جہاد و قتال کا مضمون وارد ہوا ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کی آیات ۳۴ تا ۳۷ کا ترجمہ و مفہوم بلکہ تفصیل کے ساتھ ان کے مضامین میں اپنے جمعہ کے خطاب میں بیان کر چکا ہوں کہ اس کی قربانی کی اصل روح کیا ہے! اس کی روح ہے تقویٰ..... اس کی روح ہے اسلام..... اللہ کے نام پر، اللہ کے لئے اور اللہ کے دین کی خاطر تن من دھن لگا دینا، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی اسی کام میں کھپا دی اور ہر امتحان میں پورے اترے۔ جس وقت جو مرحلہ بھی آیا اور جس چیز کی قربانی دینی پڑی، انہوں نے اللہ کی خدمت میں پیش کر دی۔ یہاں تک کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ذبح کرنے کے لئے تیار ہو گئے، بلکہ چھری پھیر دی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت

ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یَا اِبْرَاھِیْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا...... "اے ابراہیم' تم نے اپنا خواب سچا کر دکھایا (تم اس امتحان میں کامیاب ہو گئے)" ...... یہ قربانی جو سنتِ ابراہیمی ہے 'اس کی روح یہ ہے کہ اسی طریقے سے ہر مسلمان' ہر مدعیٔ ایمان اللہ کی راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے آمادہ وتیار رہے۔ اگر یہ جذبہ پیدا ہو تو یہ قربانیاں قربانیاں ہیں۔ اور اگر یہ جذبہ پیدا نہیں ہوتا تو یہ محض ایک رسم ہے جو ہم پوری کر رہے ہیں۔

اس کے بعد کی چار آیات (۳۸ تا ۴۱) کا بڑا گہرا تعلق اِس وقت عالم اسلام میں جو سب سے نمایاں جہاد ہو رہا ہے یعنی جہادِ افغانستان 'اُس سے ہے۔ سب سے نمایاں اس لئے کہ ویسے تو پورے عالم اسلام میں اسلامی تحریکیں چل رہی ہیں۔ مختلف جماعتیں اور مختلف تحریکیں اسلام کے غلبے اور احیاء کے لئے جدّوجہد کر رہی ہیں۔ لیکن تمام ممالک میں یہ جدّوجہد پرامن ہے۔ دعوت' تبلیغ' تنظیم' لوگوں کو اس کے لئے آمادہ وتیار کرنا...... اور پھر مختلف ذرائع سے ...... کہیں الیکشن کے ذریعے سے ...... کہیں DEMONSTRATION کے ذریعے سے شعائرِ دینی اور اللہ کے احکام کی تنفیذ کا مطالبہ کرنا' یہ وہ جہاد ہے جو ہر جگہ مختلف جماعتوں اور مختلف تحریکوں کے زیرِ قیادت ہو رہا ہے...... لیکن افغانستان میں قتال فی سبیل اللہ کے سلسلہ کو جاری ہوئے دس برس ہو گئے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ میں نے جب ان چار آیات پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ آیات خاص اسی وقت کے لئے اور اسی افغان جہاد کے لئے نازل کی گئی ہیں۔ ذرا ان کا ترجمہ سنیئے اور پھر ان کا انطباق دیکھئے!

یہ کلام اللہ کا اعجاز ہے کہ چودہ سو برس قبل نازل ہونے والا کلام ہمیں آج بھی ہر ہر قدم پر' ہر ہر مرحلے پر رہنمائی عطا فرماتا ہے۔ فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ ○

"بے شک اللہ تعالیٰ مدافعت کرتا ہے اہلِ ایمان کی طرف سے۔ اور اللہ کو بالکل پسند نہیں ہیں وہ جو خیانت کرنے والے اور ناشکرے ہیں"۔

اس میں درحقیقت وعدہ کیا جا رہا ہے کہ اے مسلمانو! اگر تم کمرِ ہمت کس لو تو تمہاری مدافعت ہم کریں گے۔ یہ ضرور ہے کہ ہم تمہارے عزم کا امتحان لیں گے' ذرا ٹھونک بجا کر دیکھیں گے کہ یہ واقعتاً ہماری راہ میں اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ لیکن اگر تم اس ابتدائی امتحان میں کامیاب ہو جاؤ تو یاد رکھو' ہمارا وعدہ ہے کہ ہم مدافعت کریں گے تمہاری طرف سے۔ یہ جو خائن ہیں' ناشکرے ہیں' یہ اللہ کو قطعاً پسند نہیں ہیں۔ اب

آپ دیکھئے کہ افغانستان میں روس کی جو کٹھ پتلی حکومتیں بنیں اور اب بھی موجود ہیں' یہی ہیں جن پر اس وقت لفظ خائن کا سب سے بڑا اطلاق ہو سکتا ہے۔ یہ نام لیتے ہیں اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا اور اسلام کا' ان کے نام مسلمانوں کے سے ہیں...... لیکن یہ سائنٹفک سوشلزم اور سائنٹفک مارکسزم کے ماننے والے ہیں۔ آج انہوں نے منافقانہ انداز اختیار کیا ہے۔ اب وہ مسجدوں میں جا کر تصویریں اترواتے ہیں' لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ لوگ ہیں جو دین کا استہزاء و تمسخر کرتے تھے۔ شعائرِ دین کا مذاق اڑایا کرتے تھے' تو اللہ کو یہ لوگ پسند نہیں ہیں۔ البتہ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کا امتحان لے رہا تھا۔ اس کے بعد اللہ کا وعدہ سچا ہوا کہ اللہ تعالیٰ مدافعت فرمائے گا۔ اس لئے کہ واقعہ یہ ہے کہ میرے علم میں ذاتی طور پر یہ بات موجود ہے اور میں نے کئی مرتبہ اس کا ذکر بھی کیا ہے کہ میجر محمد امین منہاس صاحب جو اسلام آباد کی ایک معروف شخصیت ہیں' ۱۹۷۹ء میں جب افغان جہاد کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ امارات میں کاروبار کر رہے تھے اور ان کا شمار وہاں کے بڑے سیٹھوں میں تھا۔ ان کی یہ شہادت ہے کہ اُن دنوں افغان مجاہدین کا وفد وہاں گیا تھا اور وہ نقد رقم سے ہتھیار خریدنا چاہتے تھے' لیکن کوئی انہیں نقد قیمت پر بھی ہتھیار فروخت کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ یہ نہتے میدان میں نکل آئے اور پھر اللہ کی مدد بھی آ گئی۔ اللہ کی یہ مدد مختلف ذرائع سے آتی ہے۔ چنانچہ یہ مدد چاہے ایک سپر پاور کی طرف سے آئی ہے لیکن واقعتاً یہ اللہ کی مدد ہے۔ ابتداء میں یہ مدد موجود نہیں تھی۔ یہ نہتے میدان میں آئے' اور چھاپہ مار کارروائیوں کے نتیجے میں روسیوں سے ہتھیار چھینے۔ وہ جب اللہ کے بھروسے پر میدان میں آ گئے تو اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

اگلی آیت میں ارشاد ہوا:

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝

"(آج سے) اذن دیا جا رہا ہے اُن لوگوں کو جن پر جنگ ٹھونس دی گئی ہے۔ اس واسطے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے' اور اللہ تعالیٰ یقیناً ان کی نصرت پر قادر ہے"۔

ذرا یاد کیجئے یہ آیات اتری ہیں چودہ سو برس قبل جب مہاجرینِ مکہ نے بارہ برس تک ظلم و ستم کا مقابلہ کیا اور ہاتھ نہیں اٹھایا' کیونکہ اس کی اجازت نہیں تھی۔ اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے انہیں مدینہ منورہ کی صورت میں ایک مرکز (BASE) عطا کر دیا تو ساتھ ہی اذنِ قتال آ گیا' یعنی آج سے تمہیں بھی اجازت ہے کہ تم بھی میدان جنگ میں آؤ اور اینٹ کا جواب پتھر

سے دو۔ یہی معاملہ افغانستان میں ہوا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ احیائی تحریک وہاں بھی تھی۔ علمائے کرام اپنے انداز سے دین کی خدمت کر رہے تھے۔ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نوجوان' جنہیں اس دور میں اسلام کی دعوت نے مسخر کیا' وہ اللہ کے دین کے غلبے اور اس کے احکام کی تنفیذ کے لئے اپنے طور پر پرامن طریقے پر جدوجہد کر رہے تھے' لیکن ان پر جنگ ٹھونس دی گئی۔ جب مارکسسٹوں نے یہ محسوس کیا کہ ہم تو یہ مقابلہ ہار رہے ہیں' اسلام کی بازی جیتتی معلوم ہوتی ہے تو پھر ان میں وہ بے صبرا پن پیدا ہوا کہ پرامن مقابلے اور جدّوجہد کے بجائے انہوں نے پھر یکے بعد دیگرے فوجی انقلابات کا معاملہ شروع کیا۔ ملک میں قتل و غارتگری شروع ہوئی۔ ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا کٹھ پتلی حکمران آیا۔ اور اس کے بعد روسی فوج براہ راست افغانستان میں داخل ہو گئی۔ گویا کہ جنگ ان پر ٹھونسی گئی۔ ورنہ وہ تو پرامن طریقے پر جدوجہد میں مصروف تھے' جیسے یہاں ہم جدوجہد کر رہے ہیں' دوسری مختلف تحریکیں جدوجہد کر رہی ہیں' عالم عرب میں الاخوان المسلمون جدوجہد کر رہے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی احیائے اسلام کے لئے پرامن جدوجہد کر رہے تھے' لیکن ان پر جنگ ٹھونس دی گئی (یُقَاتَلُوْنَ) اور چونکہ ان پر ظلم کیا گیا (بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا)

لہٰذا وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آ گئے۔ اور یہ دس سال کی تاریخ گواہ ہے کہ: وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ○

"اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر قادر ہے"۔

اللہ کی یہ نصرت مختلف شکلوں میں آتی ہے۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ کفر اور فسق کے ذریعے سے بھی اسلام کی نصرت فرماتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب طائف تشریف لے گئے تھے تو مکہ میں واپس داخل ہونا ممکن نہیں تھا۔ اور حضورؐ ایک مشرک اور کافر مطعم بن عدی کی امان میں مکہ میں داخل ہوئے۔ اگرچہ اس کا خاتمہ بھی کفر ہی پر ہوا ہے' لیکن حضورؐ نے اس کے احسان کا اعتراف فرمایا اور بدر کے روز جب اسیرانِ قریش آپؐ کے سامنے کھڑے تھے' فرمایا کہ اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ سفارش کرتا تو میں ان تمام کو بغیر کسی فدیے کے چھوڑ دیتا۔ اس لئے کہ ایک بہت بڑا احسان تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اسلام پر اُس شخص نے کیا تھا' جبکہ بظاہر ان ؐ کا کوئی مددگار نہ تھا۔ تو کبھی کفر کے ذریعے سے بھی اللہ اسلام کو تقویت دیتا ہے۔ ابو طالب آخری وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت پناہ رہے' حالانکہ یہ ثابت ہے کہ انہوں نے مرتے دم تک زبان سے کلمۂ شہادت ادا نہیں کیا۔ یہ معاملہ اللہ کا ہے کہ وہ کس کے ذریعے سے نصرت فرماتا ہے۔

اس کے بعد دیکھئے کہ تیسری آیت کس قدر منطبق ہو رہی ہے:

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ط

"وہ لوگ کہ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا' صرف اس پاداش میں کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے"۔

یوں سمجھئے کہ افغانستان کی آبادی کا ایک چوتھائی حصہ یعنی کل دو کروڑ کی آبادی میں سے پچاس لاکھ مہاجرین پاکستان اور ایران کے اندر پہنچے۔ یہ کس لئے آئے؟ ان کا کیا جرم تھا' اِلَّاۤ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ..... چاہے انہیں اس کا شعور تھا یا نہیں تھا' لیکن وہ کلمۂ شہادت کے لئے' توحید کے لئے' دینِ محمدیؐ کے لئے گھر بار چھوڑ کر آئے..... اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ بالکل بے سروسامانی کے عالم میں ہجرت کر کے آئے تھے' اگرچہ بعد میں تعاون بھی ہوا ہے' مسلمان ممالک نے مدد بھی کی ہے' جیسے مہاجرین کی مدد کی تھی انصارِ مدینہ نے! میں ان کا ذکر اگر کر رہا ہوں تو یہ ہرگز نہ سمجھئے کہ میں رتبے میں ان کے برابر سمجھتا ہوں۔ معاذ اللہ! ہماری کیا نسبت ہو سکتی ہے صحابہ کرامؓ کے ساتھ!۔ مرتبے کے لحاظ سے نہ افغان مہاجرین کی کوئی نسبت ہے مہاجرینِ مکہ کے ساتھ اور نہ انصارِ پاکستان کی انصارِ مدینہ کے ساتھ..... لیکن اور ہم تلاش کہاں سے کریں؟ ہمیں تو مثال وہیں سے ملے گی' ہمارے لئے اسوہ وہی ہے: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ..... انہی کی زندگیاں ہمارے لئے مثال ہیں۔ انہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ہم نے اپنے مہاجر افغان بھائیوں کی نصرت کی ہے اور پورے عالم اسلام نے بھی ان کی مدد کی ہے۔

اس کے بعد ایک بڑی اہم فلسفیانہ بات ارشاد فرمائی کہ یہ قتل و خونریزی اللہ کو بھی پسند نہیں ہے۔ فطرت انسانی بھی اس کو پسند نہیں کرتی' اس سے اِباء کرتی ہے..... لیکن اگر اللہ مختلف مواقع پر کچھ لوگوں کے ذریعے سے کچھ دوسرے لوگوں کو دور نہ کرتا رہے تو دنیا کے اندر فساد پیدا ہو جائے اور بڑھتا چلا جائے۔ فساد کو رفع کرنے کے لئے خونریزی بھی کرنی پڑتی ہے' چنانچہ فرمایا:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْكَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِیْرًا۔

"اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کو دور نہ کرتا رہتا تو منہدم کر دیئے جاتے معبد اور کلیسا اور سینیگاگ اور مسجدیں جن میں

اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے"۔

یعنی اگر اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کے ذریعے سے بعض کی سرکوبی نہ کرتا رہتا اور انہیں ملیامیٹ نہ کرتا رہتا تو دنیا میں کفر اور شرک کا اتنا غلبہ ہو جاتا کہ عیسائیوں کا کوئی معبد اور کوئی کلیسا' یہودیوں کا سینیگاگ اور مسلمانوں کی کوئی مسجد باقی نہ رہتی جہاں اللہ کا نام لیا جائے۔ اپنے اپنے وقت میں یہ سب اللہ کی عبادت کے مرکز رہے ہیں۔ اگر اہلِ حق تلوار ہاتھ میں نہ لیتے اور اہل باطل کی سرکوبی نہ کرتے تو ان میں سے کوئی مرکز بھی قائم نہ رہتا' دنیا میں فساد ہی فساد ہو جاتا اور حق اور خیر کہیں باقی نہ رہتا۔ فرمایا کہ یہ اللہ کی سنت ہے :

وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○

"اور اللہ لازماً مدد کرتا ہے ان کی جو اس کی مدد کرتے ہیں (جو اس کے دین کے لئے اور اس کے رسول ؐ کی نصرت کے لئے اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں آجاتے ہیں)۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ قوی ہے' زبردست ہے"۔

جسے اس کی نصرت حاصل ہو جائے اب اس کے لئے شکست کا کوئی سوال نہیں۔

آخری آیت بہت اہم ہے۔ اس میں ہمارے لئے اور ہر مسلمان قوم کے لئے جسے بھی آزادی کی دولت میسر ہے' بھرپور رہنمائی کی گئی ہے :

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○

"وہ لوگ کہ جنہیں ہم زمین میں اقتدار عطا فرما دیں تو وہ نماز کا نظام قائم کریں گے' زکوٰۃ ادا کریں گے' نیکی کا حکم دیں گے اور بدی سے روکیں گے۔ اور (جان لو کہ) بالآخر تمام معاملات کا آخری فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہے"۔

یہ چار آیات ہیں۔ ان کا انطباق ہر دور میں ہو گا' لیکن اس دور میں سب سے بڑا انطباق مجاہدینِ افغانستان پر ہوتا ہے' ایک بات میں نے پہلے بھی عرض کی ہے' پھر عرض کرتا ہوں کہ میں درجے میں قطعاً ان کو صحابہ کرام ؓ کے برابر گننے کے لئے تیار نہیں۔ یقیناً زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مجاہدین افغانستان کا ایک اجلاس اسلام آباد ہوٹل میں ہوا تھا تو وہاں پر بعض حضرات نے مبالغہ آمیزی کی تھی کہ صحابہ کرام ؓ کے بعد تاریخ اسلامی میں آج تک ایسا جہاد نہیں ہوا۔ مجھے جو چند منٹ ملے تھے میں نے کہا تھا کہ یہ مبالغہ ہے۔ آپ ان کے جہاد کی

تائید کریں، اس کی قدر کریں، ان کا اعزاز کریں، ان کی مدد کریں..... لیکن یہ مبالغہ آرائی درست نہیں ہے۔ خاص طور پر ہندوستان اور پاکستان کے مسلمانوں کو تو یاد رکھنا چاہئے کہ ڈیڑھ سو برس قبل بالاکوٹ کی سرزمین میں سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ان کے ساتھیوں کا خون جذب ہوا تھا۔ ان کی یہ تحریک نہایت خالص اسلامی جہاد تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ دنیا میں بعض انبیاء بھی اپنی جدوجہد کے اندر بظاہر ناکام ہو گئے۔ اسی طرح تحریکِ شہیدینؒ بھی بظاہر ناکام ہو گئی..... لیکن رتبہ یقیناً اُس تحریک کا بہت بلند تھا۔ ہمارے ان افغان مجاہدین سے تو ایک بہت بڑی کمی رہ گئی ہے کہ وہ ایک امیر کے پیچھے جمع نہیں ہوئے۔ اس چیز کے نتائج اب انہیں بھگتنے پڑ رہے ہیں۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ ان سے جو بھی کوتاہیاں ہوئی ہیں وہ اپنے فضل و کرم سے ان کی تلافی کر دے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے، ان کی نصرت کرے، اس جہاد کو سرخرو کرے اور آخری کامیابی سے ہمکنار کرے، تاکہ ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں ایک ایسی واقعی اسلامی حکومت قائم ہو جائے جو اس آیت کا مصداق ہو کہ..... اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ..... اس لئے کہ درحقیقت اس سے خود پاکستان کو بہت بڑی تقویت حاصل ہوگی۔ ہمارا یہ مغربی پہلو اگر محفوظ ہو جائے تو یہ ہمارا بہت بڑا سہارا بنے گا، بلکہ ادھر سے ہمیں مدد حاصل ہوگی۔ یاد کیجئے، تقریباً دو سو سال قبل وہیں سے احمد شاہ ابدالی آیا تھا۔ مرہٹہ قوت اُس وقت بڑی قوت کے ساتھ ابھری تھی اور ہندوستان کے اندر، جو اُس وقت کا برِّعظیم پاک و ہند تھا، کوئی مسلمان قوت ایسی موجود نہیں تھی جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ ان حالات میں دہلی کے ایک مردِ درویش شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے احمد شاہ ابدالی کو خط لکھا کہ حالات ایسے ہیں کہ ہندوستان میں (یعنی اُس وقت کے پورے برِّعظیم پاک و ہند میں) اسلام کو شدید خطرہ لاحق ہو چکا ہے، ملّتِ اسلامی شدید خطرات سے دوچار ہے۔ تم آؤ اور آکر کفر کی طاقت کو توڑو۔ پانی پت کی تیسری جنگ میں اللہ تعالیٰ نے احمد شاہ ابدالی کو فتح عطا فرمائی اور فیصلہ کن طور پر مرہٹہ قوت ٹوٹ گئی۔ آج پھر وہی مرہٹہ قوت اُسی علاقے سے پھر ابھر رہی ہے۔ وہی مہاراشٹر کا علاقہ ہے، جہاں سے آر ایس ایس، جنگ سنگھ اور سکھ سینا جیسی تنظیمیں پروان چڑھ رہی ہیں۔ یہ پھر ایک طوفان ہے، جیسے کہ علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

از خاکِ سمرقندے ترسم کہ دِگر خیزد
آشوبِ ہلاکوے، ہنگامۂ چنگیزے

معلوم ہوتا ہے کہ اسی طریقے سے وہ طوفانِ مرہٹہ 'وہ جنگ سنگھ اور آرایس ایس کا طوفان جو ہے وہاں سے ابھر رہا ہے اور اس کا مقابلہ پاکستان اسی صورت میں صحیح طور پر کر سکے گا جبکہ افغانستان کے اندر ایک صحیح اسلامی حکومت قائم ہو جائے 'ہمیں اُس جانب سے کوئی اندیشہ نہ رہے اور ہم اپنی پوری دفاعی قوت کو مشرقی محاذ کے اوپر صرف کر سکیں..... لہٰذا میں اس وقت اس عظیم الشان اجتماعِ عید کے اندر ایک قرارداد پیش کر رہا ہوں کہ ہم حکومتِ پاکستان سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ افغان عبوری حکومت کے تسلیم کئے جانے میں یہ جو تاخیر و تعویق ہو رہی ہے 'اس کو فی الفور ختم کیا جائے اور اسے فوراً تسلیم کیا جائے۔ افغان مجاہدین نے دس برس تک خون دے کر 'لاکھوں جانوں کی قربانیاں دے کر اپنا حق منوایا ہے۔ آج ہم اُن سے یہ حق کیونکر چھین سکتے ہیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تاخیر و تعویق کا یہ معاملہ اگر زیادہ دیر تک جاری رہا تو نہ صرف یہ کہ اس وقت جہادِ افغانستان کو گزند پہنچے گا' بلکہ شاید ہم تاریخ میں ہمیشہ ہمیش کے لئے اسلام اور مسلمانوں کے غداروں کی فہرست میں شامل کئے جائیں اور ہمارا نام ان لوگوں کی فہرست میں آجائے جنہوں نے مختلف مراحل پر ملّتِ اسلامیہ سے دغا کی ہے اور غداری کا معاملہ کیا ہے۔ اب میں وہ قرارداد پڑھ رہا ہوں......

"مسلمانانِ لاہور کا یہ عظیم اجتماع حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ عبوری افغان حکومت کو فوراً تسلیم کر کے افغان جہاد کے حق میں اپنا پورا وزن ڈالے۔ اس مرحلے میں جب کہ افغان مجاہدین کی قربانیوں سے بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں روسی افواج افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہو گئی ہیں 'حکومتِ پاکستان کو اُن کی حمایت کرنے میں ہچکچاہٹ اور بے دلی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ صرف افغان مجاہدین کی حتمی اور فیصلہ کن فتح بلکہ افغان مسئلے کے ایسے سیاسی حل تک پہنچنے کے لئے بھی جو افغان مجاہدین اور ملت اسلامیہ کے لئے قابل قبول ہو 'لازم ہے کہ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک نہ صرف عبوری افغان حکومت کو تسلیم کریں بلکہ اُس کی ہر ممکن اخلاقی 'مالی اور فوجی امداد بھی کریں۔ کیونکہ مجاہدین کی عبوری حکومت کی مضبوط سیاسی اور فوجی پوزیشن کو دیکھ کر ہی روس اور اُس کی کٹھ پتلی افغان حکومت مسئلے کے معقول سیاسی حل پر آمادہ ہوں گے۔ اس اجتماع کی رائے میں اندیشہ ہے کہ حکومتِ پاکستان کی جانب سے افغان مجاہدین کی عبوری حکومت کے تسلیم کرنے میں تاخیر کو تاریخ میں نہ صرف افغان مجاہدین بلکہ اسلام اور امتِ مسلمہ کے وسیع تر مفادات سے غداری کی حیثیت سے ہی یاد رکھا جائے گا"۔

★★★

اخبارات میں فحاشی کے خلاف امیرِ تنظیمِ اسلامی کی پریس کانفرنس

اور

خطاباتِ جمعہ کے پریس ریلیز

تنظیمِ اسلامی نے اخبارات میں بے پردگی اور فحاشی کے فروغ کے خلاف خاموش احتجاجی مظاہروں کی جس مہم کا آغاز کیا ہے اس کے تحت ماہ جون کے دوران دو بار شہر لاہور میں رفقائے تنظیمِ اسلامی لاہور نے روزنامہ 'جنگ' اور روزنامہ 'نوائے وقت' کے دفاتر کے سامنے پُرامن اور منظم مظاہرے کیے جن کی روداد جولائی کے 'میثاق' میں شائع ہو چکی ہے۔ امیرِ تنظیمِ اسلامی کی یکم جولائی کی پریس کانفرنس بھی دراصل اسی مہم کا حصہ تھی۔ مقصود یہی تھا کہ اخبارات کے مدیران کو سنجیدگی سے اس جانب متوجہ کیا جائے اور اپنا مدعا و مقصود وضاحت سے انکے سامنے رکھا جائے۔ یہ الگ بات ہے کہ ابھی تک تو معاملہ وہی ہے کہ "نہ اِک طرز تغافل ہے سو وہ انکو مبارک۔ اِک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہینگے"

مزید برآں امیرِ تنظیم کے ۱۴ جولائی اور ۲۸ جولائی کے خطاباتِ جمعہ کو بھی، ان کی خصوصی اہمیت کے پیشِ نظر، انہی صفحات میں جگہ دی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

بیان پریس کانفرنس یکم جولائی ۱۹۸۹ء

ہر باشعور شخص دیکھ رہا ہے کہ سلطنتِ خداداد پاکستان ایک جانب تو سیاسی افراتفری سے دوچار ہے اور اس افراتفری کی شدت میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ چنانچہ وہ قوم جس نے نصف صدی قبل برِعظیم پاک و ہند کی دس گنا وسعتوں میں ایک بنیانِ مرصوص کی صورت اختیار کر لی تھی ——

— بچے کھچے پاکستان کے نسبتاً بہت محدود علاقے میں نہ صرف یہ کہ متعدد قومیتوں میں تقسیم ہو چکی ہے، بلکہ تقسیم در تقسیم کا یہ عمل تیزی سے آگے ہی بڑھتا نظر آرہا ہے۔ اسی طرح جس قوم نے اپنی سیاسی بیداری اور تنظیم و شعور کے ذریعے تعداد میں اپنے سے کئی گنا زیادہ اور تعلیم اور سرمایہ دونوں سے کہیں زیادہ مالا مال قوم کو سیاسی میدان میں شکستِ فاش دی تھی، آج سیاسی اعتبار سے ایک نابالغ قوم کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ چنانچہ بظاہر آزاد ہونے کے باوجود حال یہ ہے کہ یہاں بیرونی اذن و منشا کے بغیر نہ کوئی حکومت بن سکتی ہے، نہ ختم ہو سکتی ہے۔

دوسری جانب معاشی اور اقتصادی ابتری کے اثرات بھی نمایاں سے نمایاں تر ہوتے چلے جا رہے ہیں، چنانچہ نہ صرف یہ کہ قوم کا ہر فرد ایک گراں قدر سودی قرضے کے بندھن میں بندھا ہوا ہے بلکہ ہماری معاشی اور اقتصادی پالیسیاں بھی "کہیے کیا حکم ہے دیوانہ بنوں یا نہ بنوں" کے مصداق بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے چشم و ابرو کے اشاروں پر مبنی ہیں، اور قومی بجٹ کے ضمن میں بھی ہم اُن کی منظوری کے بغیر کوئی قدم اپنی آزاد مرضی سے نہیں اُٹھا سکتے!

ہماری قومی و ملی زندگی کے ان دو افسوسناک پہلوؤں کے ضمن میں امید کی یہ کرن بہر حال موجود ہے کہ ہمارے قومی و سیاسی زعماء اور باشعور شہریوں میں ان کا احساس و ادراک کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہے لیکن ہماری اجتماعی زندگی کا ایک تیسرا گوشہ وہ ہے جہاں ہمارے ملی تشخص کو سب سے زیادہ خطرناک چیلنج کا سامنا ہے اور اس طرح ہماری نظریاتی سرحدوں ہی نہیں بنیادوں تک کو منہدم کرنے کا عمل نہایت خاموشی لیکن حد درجہ سُرعت اور تیز رفتاری کے ساتھ جاری ہے — اور ستم بالائے ستم یہ کہ اس خاص خطرے کا ادراک نہ اہلِ سیاست کو ہے نہ عوام النّاس کو، بلکہ ہم من حیث القوم "وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا" کی سی صورت سے دوچار ہیں۔

یہ تیسرا گوشہ جس میں ہمارے قومی وجود اور تشخص کو سب سے بڑا خطرہ لاحق ہے، ہماری تہذیبی روایات، معاشرتی اقدار، شرم و حیا کے معیارات، عصمت و عفت کے تصورات، اور ستر و حجاب کے حدود و قیود سے عبارت ہے، جنہیں مغرب سے درآمد شدہ مخلوط معاشرت، اور بے پردگی، عریانی اور فحاشی کا بڑھتا ہوا طوفان تیزی کے ساتھ دیمک کے مانند اندر ہی اندر چٹ کر رہا ہے! — اور افسوس در افسوس اس پر کہ ہمارے سیاسی و دینی زعماء غالباً اس خیال کے تحت کہ جب حکومتی اختیارات ہمارے ہاتھ میں آجائیں گے تو ہم اس پوری صورتِ حال کو درست کر دیں گے، فی الوقت اس سے شعوری یا غیر شعوری اور ارادی یا غیر ارادی طور پر اغماض برت رہے ہیں!

اور اگرچہ اس میں کوئی شک نہیں کہ مغربی تہذیب اور اباحیت کے اس 'ڈان' کے رُخ کو کلّی طور پر اسلامی تہذیب و روایات کی جانب موڑ دینا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کسی فیصلہ کُن انتخابی عمل کے ذریعے ——— یا ایک ہمہ گیر انقلابی جدوجہد کے نتیجے میں اختیار و اقتدار کی باگیں ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آجائیں جو دین و مذہب کے ساتھ گہرا لگاؤ ہی نہیں پختہ وابستگی (COMMITMENT) رکھتے ہوں، نتیجۃً خود بھی بالفعل اسلامی طرزِ فکر اور دینی طرزِ زندگی کو اختیار کر چکے ہوں ——— تاہم یہ نری ناسمجھی کی بات ہوگی اگر اس ہمہ جہتی تبدیلی سے قبل اس تخریبی عمل کو بالکل بے لگام چھوڑ دیا جائے ——— اور درمیانی عرصے کے دَوران سماجی دباؤ اور رائے عامّہ کے اظہار کے ذریعے اس منفی عمل کو حتّی الامکان روکنے یا کم ازکم اس کی شدّت میں کمی کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

بنابریں تنظیمِ اسلامی نے یہ طے کیا ہے کہ وہ اپنی اصل جدّوجہد کو ایک ایسی جمعیت کے فراہم اور منظم کرنے پر مرکوز رکھتے ہوئے جو اسلامی انقلاب کے لیے براہِ راست جدّوجہد کر سکے' ——— درمیانی عرصے میں اپنے آپ کو اقتدار کی سیاست (POWER POLITICS) سے بالکل علیحدہ رکھتے ہوئے اپنی قوتوں اور توانائیوں کا ایک حصّہ سماجی اصلاح کے عمل کے لیے وقف کرے ——— اور اس ضمن میں عوام کو اسلامی طرزِ معاشرت اختیار کرنے اور ستر و حجاب کے احکام پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کے ساتھ ساتھ اُن کی رائے کے منظّم اور پُرامن اظہار کے ذریعے ذرائعِ ابلاغ کے رُخ کو بھی تبدیل کرنے کی کوشش کرے۔

جہاں تک نظامِ تعلیم اور عہدِ حاضر کے جدید تر اور زیادہ سریع الاثر ذرائعِ ابلاغ کا تعلّق ہے' ہر شخص جانتا ہے کہ وہ ہمارے یہاں بالکلیہ حکومت کے کنٹرول میں ہیں' لہٰذا ان کے ضمن میں جدّوجہد تو وسیع تر سیاسی یا انقلابی عمل ہی کا حصّہ ہو سکتی ہے' البتہ اخبارات و جرائد کا قدیم تر ذریعۂ اشاعت و ابلاغ پرائیویٹ سیکٹر سے تعلق رکھتا ہے' اور چونکہ ہمارا معاشرہ معروف اصطلاح کے مطابق ترقی پذیر معاشروں کی فہرست میں شامل ہے لہٰذا ہمارے یہاں یہی ذریعہ تاحال وسیع ترین حلقۂ اثر کا حامل بھی ہے ——— اور اثرات کے دیرپا ہونے کے اعتبار سے دوسرے ذرائع کے مقابلے میں کہیں زیادہ مؤثر بھی' لہٰذا تنظیمِ اسلامی نے اپنی اس اصلاحی مہم کا آغاز اسی گوشے سے کیا ہے' ——— پھر ان میں سے بھی ہفت روزہ یا ماہانہ جرائد اور انگریزی اخبارات کا حلقۂ اثر بہت محدود ہے ——— جبکہ اُردو روزناموں کا حلقۂ اثر وسیع ترین ہے' ——— اور اسے قسمت کی ستم ظریفی (IRONY OF FATE) ہی کہا جا سکتا ہے کہ بعض مخصوص کاروباری اسباب کی بنا پر ہمارے دونوں اُردو قومی روزنامے بے پردگی اور فحاشی کی ترویج، مغرب کی مخلوط طرزِ معاشرت کے فروغ، اور شرم حیا اور ستر و حجاب کی اسلامی تعلیمات کی دھجیاں بکھیرنے میں پُوری دنیا کی روزنامہ صحافت سے بازی لے

گئے ہیں! چنانچہ:

۱۔ ایک جانب مختلف حیلوں اور بہانوں سے جوان خواتین اور نوخیز طالبات کی رنگین اور دیدہ زیب تصاویر کی اشاعت کے ذریعے اُس عمل کے فروغ کا سامان بڑے پیمانے پر اور تسلسل کے ساتھ فراہم کر رہے ہیں جسے حدیثِ نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں آنکھوں کے زنا سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۔ دوسری جانب فلمی اشتہارات میں شامل فحش تصاویر پر مستزاد سینما، تھیٹر اور ٹی وی سے متعلق اداکاراؤں، رقاصاؤں اور مغنیات کے نسوانی حسن اور ذاتی زندگی کی نہایت پرشکوہ اور آب و تاب کے ساتھ تشہیر کے ذریعے ان کو معصوم بچیوں کے لیے کم از کم بناؤ سنگھار اور میک اپ کے انداز اور لباس کی وضع قطع کی حد تک تو آئیڈیل یا قابلِ تقلید مثال کی حیثیت سے پیش کر رہے ہیں، مزید برآں اس سے نمعلوم کتنے معصوم ذہنوں میں اُن ہی کی سی طرزِ معاشرت اور ان ہی کی سی طرزِ زندگی اختیار کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہو!

۳۔ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر بعض اخبارات دنیا بھر سے جنسی بے راہروی یا معاشقوں کی داستانیں جمع اور شائع کر کے اِس جرمِ عظیم کا سب سے زیادہ گھناؤنے انداز میں ارتکاب کر رہے ہیں جس پر نہایت سخت وعید سورۂ نور کی آیت نمبر ۱۹ میں وارد ہوئی ہے ——— یعنی "یقیناً جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں فحش باتوں کی اشاعت اور چرچا ہو اُن کے لیے دنیا اور آخرت دونوں میں دردناک عذاب ہے!"

بنابریں ہماری نہایت دردمندانہ درخواست قومی روزناموں کے مالکان سے بالخصوص اور اُن کے کارکنان و وابستگان سے بالعموم، یہ ہے کہ وہ اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کریں اور جس جانب وہ تدریجاً اور یقیناً غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر بڑھتے چلے گئے ہیں اس سے رجعت اور واپسی یعنی توبہ کی صورت اختیار کریں۔ یقیناً اسی میں اُن کی اپنی آخرت اور عاقبت کی بھلائی بھی ہے ——— اور اس ملک و ملت کی عافیت اور سلامتی بھی!

واقعہ یہ ہے کہ روزنامہ اخبار عوام کی ضرورت ہے ——— اور اس کا اصل مقصد عوام کو خبروں سے مطلع، اور اُن کے پس منظر سے واقف رکھنے کے ساتھ ساتھ قوم و ملک کی بہتری کے لیے صائب اور مفید رہنمائی فراہم کرنا ہے ——— اس سے آگے بڑھ کر جو مزید رول اخبارات نے اختیار کر لیا ہے وہ خالص اضافی ——— اور محض کاروباری مصلحت اور مسابقت پر مبنی ہے، جس سے خواہ مخواہ کا بوجھ عام قارئین کی جیبوں پر بھی پڑتا ہے ——— اور قومی معیشت پر بھی۔

لہٰذا ہم درخواست کرتے ہیں کہ:-

۱۔ شرم وحیا اور ستر و حجاب کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے واضح احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کے پیش نظر اخبارات میں خواتین کی تصویریں چھاپنا بالکل بند کر دی جائیں۔ اس سے روزنامہ صحافت کے عالمی سطح پر مروّجہ معیارات کے پیش نظر بدرجۂ مجبوری زیادہ سے زیادہ تازہ خبر سے متعلق تصویر، اور وہ بھی رنگین نہیں بلکہ عام طباعت میں، مستثنیٰ کی جا سکتی ہے۔

۲۔ روزنامہ اخبارات کو اضافی رنگین ایڈیشنوں اور میگزینوں وغیرہ سے آزاد کر کے صرف اخبار بنا دیا جائے ——— اور دوسرے علمی و ادبی یا ثقافتی موضوعات کے لیے علیحدہ ہفتہ وار جرائد شائع کیے جائیں جن کی قیمت کو روزنامے کی قیمت کے ساتھ نتھی نہ کیا جائے، تاکہ مختلف چیزوں کے شائقین اپنی اپنی پسند کی چیزیں خریدیں اور ان سے اپنے اپنے ذوق کے مطابق محظوظ ہوں ——— اخبار کے عام قاری کی جیب پر زبردستی ان کا بوجھ ڈالنا یقیناً ناجائز استحصال کی صورت ہے۔

آخر میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تنظیم اسلامی اس ضمن میں نہ کسی دھمکی یا الٹی میٹم کا رُخ اختیار کرنا چاہتی ہے، نہ ہی ان شاء اللہ کبھی توڑ پھوڑ اور ہنگامہ آرائی کی ادنیٰ سے ادنیٰ صورت اختیار کرے گی، ——— بلکہ ہماری اس مہم کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک جانب عوام کا شعور بیدار کیا جائے اور اُن کی رائے کے اظہار کی مؤثر صورت پیدا کی جائے اور دوسری جانب اخبارات کے مالکان اور کارکنان کے ضمیر کو اپیل کیا جائے تاکہ وہ خود ہی اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کریں۔ وما علینا الا البلاغ

اسرار احمد عفی عنہ

”طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں“ ایک وضاحت

۱۴ جولائی کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

”لاہور 17 جولائی امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ اگر طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں“ کا مطلب عوام کی حاکمیتِ مطلقہ ہے تو یقیناً یہ کفر اور شرک ہے اور اگر اس کا مطلب اللہ کی حاکمیت کے تحت اور کتاب و سنت کے واضح احکام کے دائرے کے اندر اندر عوام کی رائے کی بالادستی ہے تو یہ نہ کفر ہے اور نہ شرک بلکہ عین تقاضائے اسلام ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے دستور میں قرار داد مقاصد کے ذریعے اللہ کی حاکمیتِ مطلقہ کو تسلیم کیا گیا اور مغربی جمہوریت کے اس بنیادی

تصور کی نفی کر دی گئی ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے مالک عوام ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پیپلز پارٹی اگر قرار داد مقاصد کی نفی کر کے یہ نعرہ بلند کرتی کہ "طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں" تو یقیناً یہ شرک ہوتا۔ باغ جناح میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے اپنے پہلے پانچ سالہ دورِ اقتدار میں اسمبلی میں اپنی اکثریت کے بل پر 73 کے دستور میں کئی یک طرفہ ترامیم کی تھیں مگر قرار داد مقاصد کو اُس نے نہیں چھیڑا، اس لئے اصولی اعتبار سے اس نعرے کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اب حکومت کا نظام مارشل لاء، جاگیر داری اور سرمایہ داری کی بنیاد پر نہیں چلایا جائے گا بلکہ عوام کی رائے اور مرضی سے چلایا جائے گا۔ تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ اسلام کے سیاسی نظام میں قرآن و سنت کی بالادستی کے ساتھ ساتھ عوام کی مرضی اور رائے کے بروئے کار آنے کی پوری گنجائش موجود ہے۔ اسلام نے انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق پابندی اور آزادی کا حسین امتزاج قائم کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال قبل تاریخ میں پہلی مرتبہ بادشاہت کے خاتمے کا اعلان کر کے عوام کو جو شرف اور بالادستی عطا کی تھی، مغرب ایک ہزار سال بعد سماجی اور معاشرتی ارتقاء کی اُس منزل تک پہنچا ہے۔ مگر وحی الٰہی کی رہنمائی سے محروم ہونے کی وجہ سے اُس کا فکر و عمل توازن و اعتدال سے محروم ہے۔ بادشاہوں، مذہبی پیشواؤں اور دیگر بالادست طبقات کے اقتدار کی نفی کرتے ہوئے انہوں نے اللہ کے اقتدارِ اعلیٰ اور حاکمیتِ مطلقہ کا بھی انکار کر دیا جو بلاشبہ اس دور کا سب سے بڑا شرک ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستان ایک جمہوری عمل اور انتخاب کے نتیجے میں وجود میں آیا تھا، اب اس کے استحکام اور بقا کے لئے بھی ایک مضبوط جمہوری نظام کی ضرورت ہے جس میں بالادست طبقات کے نمائندوں کی بجائے عوام کے حقیقی نمائندے برسرِ اقتدار آ کر قرآن و سنت کی روشنی میں اُن کے مسائل حل کریں۔

بھارتی بالادستی کا مقابلہ شمشیرِ قرآنی سے ممکن ہے

۲۱ جولائی کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور 21 جولائی امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ بھارت فوجی اعتبار سے ایک بڑی قوت بن چکا ہے اور علاقے میں اس کی بالادستی عملاً قائم ہو چکی ہے۔ اب کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے بلی غائب نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے حکمرانوں کو چونکہ اِس حقیقت کا پہلے بھی احساس تھا اس لئے وہ "کرکٹ ڈپلومیسی" اور "امن کی یلغار" جیسی پالیسیاں اختیار کرتے رہے۔ باغِ جناح میں نمازِ جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ بھارت کے مقابلے میں ہم دوسری طاقتوں کا سہارا لینے پر مجبور ہیں کیونکہ ہمارا اپنا وجود دوسروں کے سہارے پر قائم ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہماری سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ بھارت کا مقابلہ

کرنے کے لئے ہمارے پاس جو سب سے بڑا ہتھیار موجود ہے 'اُس کی طرف ہماری کوئی توجہ نہیں۔ اگر ہمیں پاکستان کا تحفظ' وقار اور عزت مطلوب ہے تو ہمیں انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر قرآن کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور نظریہ کے مضبوط ہتھیار سے بھارت پر یلغار کرنی ہو گی۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ آج ہماری ذلت اور رسوائی کا اصل سبب قرآن سے دوری ہے' جسے ہم نے نہ صرف خود چھوڑ دیا ہے بلکہ ہدایت کی پیاسی دنیا تک بھی نہیں پہنچایا۔ انہوں نے کہا کہ بھارت کی ثقافتی یلغار تو ہم پر ایک عرصے سے جاری ہے اور اُسے کسی مصنوعی طریقے سے روکنا ممکن نہیں۔ ایک بودی' بے بنیاد اور کمزور تہذیب کا مقابلہ اسلام کے جاندار اور زندگی کے مسائل کا حل دینے والے پیغام اور فلسفے سے ہی ممکن ہے۔ جس سے عوام و خواص سب ہی اسلامی جمہوریہ پاکستان کی محفوظ چار دیواری میں بیٹھ کر غافل ہوتے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ نوجوانوں کو قرآن کی طرف راغب کئے بغیر اسلام کی انقلابی فکر کو بروئے کار نہیں لایا جا سکتا۔ اُنہوں نے والدین سے اپیل کی کہ اپنے ذہین بچوں کو عربی زبان اور قرآن کی تعلیم بھی دلوائیں تاکہ نئی نسل اپنے نظریاتی ہتھیار کو استعمال کرنے کے قابل ہو سکے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے اعلان کیا کہ قرآن کالج میں میٹرک پاس طلبہ کے لئے ایک چار سالہ کورس شروع کیا جا رہا ہے جس میں بی اے کے معمول کے نصاب کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم قرآن کے انقلابی فکر و فلسفے کی تعلیم کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔

غلام مصطفےٰ شاہ کی تحریریں مریض ذہنیت کی آئینہ دار ہیں

وفاقی کابینہ سے اُن کا اخراج فی الفور عمل میں لایا جائے

۲۸ جولائی کے خطابِ جمعہ کا پریس ریلیز

لاہور 28 جولائی امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ وفاقی وزیر تعلیم پروفیسر غلام مصطفیٰ شاہ کی دل آزار تحریروں کے سامنے آنے کے بعد اب یا تو انہیں خود مستعفی ہو جانا چاہیے یا وزیر اعظم کو انہیں اپنی کابینہ سے خارج کر دینا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ اس مسئلے پر پنجاب اور سندھ کے درمیان نفرت کی جو نئی لہر اٹھ رہی ہے اُس کا اِس کے سوا کوئی علاج نہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ وفاقی وزیر تعلیم نے جو ایک ماہرِ تعلیم کے طور پر بلاشبہ اچھی شہرت کے مالک ہیں' پاکستان' پنجاب' قائد اعظم اور مہاجروں کے بارے میں جو زبان استعمال کی ہے وہ اُن کے شدید نفسیاتی اور ذہنی مریض ہونے کی علامت ہے اور اس اعتبار سے وہ ہمدردی کے مستحق بھی ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ اقبال کو جو نام انہوں نے دئے ہیں وہ میرے لئے شدید صدمے کا باعث ہیں۔ اُس اقبال کو پنجاب کے ناطے سے گالی دینا جو خود اہل پنجاب سے ناخوش تھا اور جس نے اپنی شاعری

میں پنجابی تو کیا ہندی مسلمانوں کے حوالے سے بھی بات نہیں کی' ظلم کی انتہا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ علامہ اقبال پوری امت مسلمہ کے شاعر تھے اور اُن مقامات پر جا کر آنسو بہاتے رہے جن کا تعلق ہندوستان سے نہیں بلکہ ملتِ اسلامیہ سے تھا تنظیم اسلامی کے امیر نے کہا کہ پروفیسر غلام مصطفیٰ شاہ نے اپنی ایک تحریر میں مجھے بھی سندھ کے خلاف زہر اگلنے والوں میں سر فہرست رکھا ہے حالانکہ میں وہ شخص ہوں جو لاہور میں بیٹھ کر سندھ کے مسئلے پر سیمینار کراتا رہا اور سندھی بھائیوں کو یہ موقع فراہم کرتا رہا کہ وہ اہل پنجاب کے سامنے آکر اپنے دکھ درد بیان کریں انہوں نے کہا کہ اب پنجاب میں صوبائی عصبیت کی . نہر اٹھ رہی ہے اُس کا الزام کسی کو نہیں دیا جاسکتا کیونکہ یہ بھی اُسی طرح کا فطری رد عمل ہے' جس کا اظہار سندھ میں کافی عرصہ سے ہو رہا ہے۔ باغ جناح میں نماز جمعہ کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا نہ جمہوری حکومتیں قائم ہونے کے بعد ملک میں سیاسی استحکام پیدا ہونے کی امید روشن نظر آتی ہے۔ پیپلز پارٹی اور اسلامی جمہوری اتحاد دونوں اثر و رسوخ اور دولت کے بھر پور استعمال کے باوجود پنجاب یا سرحد میں ایک دوسرے کی صوبائی حکومتوں کو گرانے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ یہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ اب عوام کے نمائندے اپنی سیاسی وابستگیوں کے بارے میں سنجیدہ ہوتے جارہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کہیں کوئی حکومت گرے یا بنے اس میں پریشانی کی بات نہیں۔ ہونا صرف یہ چاہئے کہ سب کچھ دستوری حدود کے اندر ہو۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اگر سیاسی عمل جاری رہا تو جلد یا بدیر ہم سیاسی استحکام کی منزل تو پالیں گے' لیکن ہمارا اصل مسئلہ نظریاتی خلفشار سے نجات پانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ احمد فراز اور فہمیدہ ریاض جیسے دانشوروں کا اہم ثقافتی ذمہ داریوں پر فائز کیا جانا اِسی نظریاتی خلفشار کا ایک مظہر ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے احمد فراز کا ایک شعر سناتے ہوئے کہا کہ قرآن سمیت تمام آسمانی کتب کو نفرتوں کے صحیفے قرار دینے والا شاعر پاکستان جیسی نظریاتی مملکت میں اتنی اہم ذمہ داری نبھانے کا کسی طرح بھی اہل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا اس نظریاتی خلفشار اور فکری انتشار سے نجات پانے کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم بحیثیت قوم قرآن کی طرف رجوع کریں۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ قرآن کی ناظرہ تعلیم سے لے کر فکر و فلسفے کی اعلیٰ سطح تک قرآن سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام کی اصل قوت اِس کی دلیل اور اِس کے فلسفے میں ہے مگر ہم اسے اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ ہندوستان پر ایک ہزار برس حکومت کرنے کے باوجود ہم نے اسلام کی تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا۔ صوفیاء کرام کی کوششوں کو چھوڑ کر ہم نے ہمیشہ ہندوؤں کے سامنے اسلام کو دشمن قوم کے مذہب کے طور پر ہی پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اگر ہم اب بھی قرآن کے فکر و فلسفے اور دین کے دلائل کو مثبت انداز میں پیش کریں تو اعلیٰ ذات کے ذہین ہندو طبقات کو اسلام کی حقانیت کا قائل کر سکتے ہیں۔

★★★

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
بحیثیت
داعیٔ انقلاب

ڈاکٹر اسرار احمد
کا ایک پُرتاثیر اور فکر انگیز خطاب
ترتیب و تسوید (شیخ) جمیل الرحمٰن

(۵)

غزوۂ بدر سے پہلے آٹھ مُہمّات کی اجمالی رُوداد

میں نے جن آٹھ مہمات کا تذکرہ کیا تھا اب میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ ان کی رُوداد بھی آپ کو سنا دوں چونکہ انقلابِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسّلام کے منہج کو سمجھنے کے لئے ان کی اہمیت کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ ان آٹھ مہمّات کے ضمن میں ایک دو ضروری باتیں نوٹ فرما لیجئے۔ پہلی یہ کہ حضورؐ نے ان میں سے کسی میں بھی کسی انصاری صحابی کو شامل نہیں فرمایا۔ یہ مہمیں صرف مہاجرین پر مشتمل ہوتی تھیں۔ اس کی حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر انصار نے عرض کیا تھا کہ "آپؐ مدینہ تشریف لے آئیے۔ اگر قریش نے آپ کی وجہ سے مدینہ پر حملہ کیا تو ہم آپؐ کی حفاظت اسی طرح کریں گے جیسے اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں"۔ اور چونکہ یہ مہمیں مدینہ سے باہر بھیجی جا رہی تھیں لہٰذا آپؐ نے ان میں کسی انصاری صحابی کو شامل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ پھر مکہ سے بے دخل ہونے پر مہاجرین میں جو جوش و جذبہ تھا، اس کے اعتبار سے بھی ان پُرخطر مہموں میں مہاجرین کی شمولیت زیادہ مفید اور مناسب تھی۔ دوسری خاص بات یہ کہ ایک سال یعنی رمضان سنہ ۱ھ سے لے کر رمضان سنہ ۲ھ کے عرصے میں

یہ آٹھ مہمیں سرانجام پاگئیں۔ اس سے آپ حضرات اندازہ کر سکتے ہیں کہ یہ عمل کس قدر برق رفتاری، شدّ ومد اور زور وشور کے ساتھ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔ جب کہ یہ تمام مہمیں اونٹوں پر یا پاپیادہ انجام دی گئیں

پہلی مہم : نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پہلی مہم یا پہلا سریّہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں رمضان سلہ میں بھیجا۔ اس میں تیس مہاجرین شامل تھے۔ یہ لشکر ساحلِ بحر تک پہنچ گیا۔ وہاں ابوجہل سے مڈبھیڑ ہوگئی جو تین سو کی نفری کے ساتھ کوئی تجارتی قافلہ لے کر جارہا تھا۔ وہاں آباد ایک قبیلے کے سردار مجدی بن عمر جہنی جس کا حضور صلّی اللہ علیہ وسلم سے غیر جانب داری کا معاہدہ ہوچکا تھا، بیچ میں پڑ گیا اور اس نے کوئی مسلّح تصادم نہیں ہونے دیا۔ اگر جنگ ہوتی تو ایک اور دس کی نسبت تھی۔ اس سریّہ کے متعلق ایک تاریخی قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ پہلا عَلَم (جھنڈا) جو جنابِ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بنوایا اور بلند فرمایا وہ اس سریّہ کے لئے تھا، جو آپؐ نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمایا۔ گویا اسلامی جھنڈے کے پہلے عَلَم بَردار ہونے کی سعادت حضرت حمزہؓ کے نصیب میں آئی۔

دوسری مہم : ایک ماہ بعد ہی شوال سلہ میں مہاجرین پر مشتمل دوسری مہم حضرت عبیدہؓ ابن الحارث کی سرکردگی میں بھیجی گئی اس کا بھی ابوسفیان کے ایک قافلہ کے ساتھ رابغ کے مقام پر آمنا سامنا ہوگیا اور ٹکراؤ کی نوبت آگئی، لیکن یہاں بھی بیچ بچاؤ ہوگیا اور باقاعدہ جنگ کی صورت نہیں بن سکی۔ البتہ اس مہم کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دشمن کے لشکر کی طرف تیر چلایا۔ اگرچہ اس سے کوئی زخمی نہیں ہوا، لیکن ہجرت کے بعد جو پہلا تیر چلایا گیا، وہ مسلمانوں کی طرف سے چلایا گیا۔

تیسری مہم : ذوالقعدہ سلہ میں تیسری مہم حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں بھیجی۔ یہ سریّہ بھی تیس مہاجرین پر مشتمل تھا۔ اس مہم کے لئے حضورؐ نے ضرار کا مقام مقررہ فرمایا تھا۔ یہ بھی قریش کے شام جانے والے قافلوں کی گزرگاہ کے درمیان پڑتا تھا۔ حضور نے تاکید فرمادی تھی کہ اس مقام سے تجاوز نہ کرنا۔ اس سریّہ کی قریش کے کسی قافلے سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی۔ یہ لشکر چند دن ضرار کے مقام پر قیام کے بعد مدینہ واپس آگیا۔ اس سے زیادہ تفصیل سیرت کی کتابوں میں موجود نہیں ہے۔

چوتھی مہم اور پہلا غزوہ : ان تین سریّوں کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا جن میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بنفسِ نفیس شریک ہوئے۔ اس سلسلہ کا پہلا سفر غزوۃ الابواء کے لئے صفر سلہ

میں ہوا۔ قریش کے شام جانے والے قافلوں کے راستہ میں بنوضمرہ کا ایک بڑا قبیلہ آباد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں چند دن قیام فرماکر اپنی موجودگی کا اظہار فرمایا اور اس قبیلہ کے ساتھ حلیف ہونے کا معاہدہ بھی کر لیا۔

پانچویں مہم اور دوسرا غزدہ : نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سفر ربیع الثانی ۲ھ میں بُواط کے لئے اختیار فرمایا۔ کتب سیر میں غزدہ بُواط کا تذکرہ تو ملتا ہے لیکن تفاصیل نہیں ملتیں۔

چھٹی مہم اور تیسرا غزدہ : یہ مہم یا غزوہ دوررس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم ہے۔ کتب سیر میں اس غزدہ کا تذکرہ 'غزوۂ عشیرہ' کے عنوان سے ملتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سفر قریباً دو ماہ یعنی جمادی الاولیٰ اور جمادی الاُخریٰ ۲ھ پر محیط تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سفر اس قافلے کو روکنے کے لئے اختیار فرمایا تھا جو ابوسفیان کی سرکردگی میں جارہا تھا۔ اس قافلے کے ایک مخصوص تاریخی پس منظر کو بھی سمجھ لیجئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضورؐ کی مدینہ کی طرف ہجرت سے متصلاً قبل اور بعد مکہ سے بہت سے مسلمانوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی، لیکن اکثر وبیشتر مہاجرین نہ اپنے اہل وعیال کو ساتھ لاسکے اور نہ ہی اپنا سازو سامان اور اثاثہ وسرمایہ۔ مشرکین نے دارالندوہ کے فیصلے کے مطابق مہاجرین کی تمام املاک ضبط کرلیں اوران کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقوم کو ایک مشترکہ فنڈ کی صورت دے دی پھر اس رقم سے شام سے مالِ تجارت کی خرید کے لئے ایک قافلہ ترتیب دیا گیا اور طے کیا گیا کہ اس سے حاصل ہونے والے منافع کو مدینہ پر مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ یہ خبر مدینہ پہنچ گئی تھی۔ اس قافلہ پر تاخت کے فیصلے کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ وہ سرمایہ واپس حاصل کیا جائے جس کے حقیقی مالک مہاجرین تھے ـــــ بہرحال نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ سو مہاجرین کی معیت میں اس قافلے کے تعاقب کے لئے نکلے اور ینبوعؔ کے مقام تک پہنچ گئے لیکن چند دنوں کا فصل پڑ گیا۔ قافلہ چند راتیں قبل شام کی طرف نکل چکا تھا اور مسلمانوں کی پہنچ سے کافی دور جاچکا تھا۔ البتہ نبی اکرمؐ نے وہاں چند یوم قیام فرمایا۔ وہاں قبیلہ بنی مصطلق آباد تھا، جس سے آپؐ نے غیر جانب داری کا معاہدہ طے فرمالیا

---

[1] ینبوع مکہ اور مدینہ کے درمیان وہ مقام ہے جہاں سعودی حکومت ایک عظیم بندرگاہ تعمیر کررہی ہے۔ (مرتب)

کہ یہ قبیلہ جنگ کی صورت میں نہ قریش کا ساتھ دے گا نہ ہی مسلمانوں کا۔

میں نے عرض کیا تھا کہ غزوۂ عشیرہ دور رس نتائج کے اعتبار سے بڑا اہم ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قریش کے قافلے کو روکنے کا ارادہ فرمایا تو اس کا بالواسطہ تعلق ایسی صورت حال سے قائم ہوگیا جس کے نتیجے میں غزوۂ بدر واقع ہوگیا۔ اس کے علاوہ حضورؐ نے وادیٔ نخلہ کے لئے جو آخری مہم روانہ فرمائی تھی — جس کا ذکر میں آگے کروں گا — وہاں غیر متوقع طور پر مسلمانوں کی ٹکڑی کا قریش کے ایک مختصر سے تجارتی قافلہ سے مسلح تصادم ہوگیا تو اس واقعہ نے بھی مکّہ میں آگ لگائی اور یہ بھی 'غزوۂ بدر' کے وقوع پذیر ہونے کا بہت بڑا سبب بن گیا۔

ساتویں مہم اور چوتھا غزوہ: غزوۂ بدر سے قبل ایک غزوہ اور ہے جسے 'غزوۂ بدر اولیٰ' سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہوا یہ کہ ایک شخص کرز بن جابر الفہری نے خالصتہً اپنی ذاتی حیثیت سے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مدینہ کے قرب وجوار پر چھاپہ مارا، لوٹ مار کی اور چند مویشی پکڑ کر لے گیا۔ اس چھاپے میں قریش کا ہاتھ نہیں تھا۔ حضورؐ نے حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ کا عامل مقرر فرما کر چند جان نثاروں کے ساتھ بدر تک اس کا تعاقب کیا، لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ حضورؐ آگے تشریف نہیں لے گئے، وہیں سے مراجعت فرمائی۔ چونکہ یہ بھی حضورؐ کا ایک سفر ہے، نفری کے ساتھ اور اسلحہ کے ساتھ، لہٰذا یہ بھی 'غزوۂ بدر' سے پہلے کی مہمات اور غزوات میں شامل ہے۔

ایک اہم نکتہ اور اس کی وضاحت: آگے بڑھنے سے قبل میں آپ حضرات کی توجہ ایک خاص نکتے اور ایک اہم بات کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے یہاں اس مسئلہ پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جو جنگیں کی ہیں وہ مدافعت میں ہوئی ہیں۔ ان پر حملے کئے گئے تھے جن کے دفاع میں اہلِ ایمان جنگ پر مجبور ہوئے۔ یہ بات صراحتاً اور بداہتاً بالکل غلط ہے۔ یہ نقطۂ نظر یا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی امتیازی شان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوّت و رسالت کے اکمل و اتم ہونے کے مقام نیز حضورؐ کے سنتِ مبارکہ سے اظہارِ دِيْنِ الْحَقِّ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یا دورِ جدید کی اصطلاح میں جزیرہ نمائے عرب میں 'اسلامی انقلاب' کی تکمیل کو نہ سمجھ پانے کا نتیجہ ہے — یا پھر اعدائے اسلام کے لگائے ہوئے ان الزامات سے مرعوبیت کا شاخسانہ ہے کہ 'اسلام

بڑا خونیں مذہب ہے ' ـــــ اور یہ کہ ' اسلام بزورِ شمشیر پھیلا ہے ' ـــــ میں نے عرض کیا تھا کہ مکّہ کے پرسکون مشرکانہ معاشرے میں پہلا پتھر کس نے مارا تھا ؟ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ! انقلابی ہی تورائج الوقت نظام کو چیلنج کرتا ہے کہ یہ نظام غلط اور باطل ہے اور اسی نعرہ سے تصادم کا آغاز ہو جاتا ہے ۔ اگر نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم دعوتِ توحید لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ نہ دیتے تو کسی تصادم اور نزاع کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا ۔ حضورؐ تو مکّہ کی نہایت محترم اور محبوب شخصیت تھے ۔ آپؐ کو الصادق اور الامین کے معزز القاب مکّہ والوں ہی نے دیئے تھے ۔ پھر ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ تشریف لاکر اقدام بھی حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے ۔ قریش کی معاشی ناکہ بندی اور مکہ و مدینہ کے مابین بسنے والے قبائل میں سے اکثر کو قریش سے حلیفانہ تعلقات منقطع کرنے اور غیر جانب دار رہنے پر آمادہ کرنے کے لئے حضورؐ ہی نے پے در پے آٹھ مہمیں ترتیب دی ہیں جن میں سے سات مہمات میں اجمالاً بیان کر چکا ہوں ۔

قریش کو جنگ کی کوئی ضرورت نہیں تھی : آپ حضرات اس نکتہ کو اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ سیرتِ مطہرہ علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی تمام کتب اس پر شاہد ہیں کہ مکّہ والوں کو حضورؐ کے خلاف جنگ کی ہرگز ضرورت نہیں تھی ۔ آپ اپنے آپ کو مکّہ والوں کی جگہ پر رکھ کر سوچئے کہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی عظیم اکثریت کی مکہ سے تقریباً تین سو میل دور مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کی صورت میں ایک طرح سے اُن کے سَر سے تو بَلا ٹل گئی تھی ۔ اب ان کو جنگ کی کیا مصیبت پڑی تھی ۔ حضورؐ جب تک مکّہ میں تشریف فرما تھے اُس وقت تک تو ان کے خیال کے مطابق ان کا مشرکانہ نظام سخت خطرے سے دوچار تھا ' چونکہ اُن کے لوگوں خاص طور پر نوجوانوں اور غلاموں کے طبقوں میں توحید کی انقلابی دعوت بتدریج نفوذ کر رہی تھی ۔ اب ہجرت کی صورت میں ان کے سر سے یہ خطرہ اور اندیشہ ٹل گیا تھا ۔

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ان کے یہاں کیسے کیسے مدبّر ' موقع شناس ' دوراندیش اور سیاست دان موجود تھے ۔ ان میں عتبہ ابن ربیعہ بھی تھا جو قریش کے نامی گرامی سرداروں میں سے ایک تھا ۔ اس نے قریش کے مشتعل مزاج لوگوں سے جو مدینہ پر چڑھائی کرنے کے لئے بے چین تھے ، ایک ایسی بات کہی تھی جسے پنجابی میں " مَت دینا " کہتے ہیں ۔ اس نے قریش کو مَت دی کہ " دیکھو اے قریش کے لوگو ! اب محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو عرب کے حوالے کردو ۔ اگر وہ عرب پر غالب آجاتے ہیں تو اپنا ہی غلبہ ہے ۔ آخر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کون ہیں ؟ قریشی ہی ہیں ! آخر وہ ہمارا ہی فرزند ہے ۔ اب تک تو ہمیں عرب پر بالواسطہ

سیادت حاصل ہے۔ اس طرح ہماری بلاواسطہ (DIRECT) حکومت قائم ہوجائے گی۔ اور اگر محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) پر عرب غالب آجائیں اور ان کو اور اُن کے ساتھیوں کو ختم کر دیں تو جو تم چاہتے ہو وہ ہو جائے گا اور تمہارے ہاتھ اپنے ہم قبیلہ بھائیوں کے خون سے رنگین بھی نہیں ہوں گے، لہٰذا اب تم محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کو عرب کے حوالے رہنے دو۔ چونکہ مکّہ والے قبائلی نظام کے عادی اور خوگر تھے، لہٰذا عتبہ کی یہ سوچ قبائلی نظام کے عین مطابق تھی۔ — تو ایسے ایسے مدبّر بھی وہاں موجود تھے۔ آج کل جو اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں — 'DOVES' یعنی صلح جو اور ٹھنڈے مزاج کے لوگ — اور 'HAWKS' یعنی تندخو، جوشیلے اور مشتعل مزاج لوگ — عتبہ ابن ربیعہ جیسے لوگوں کا شمار میں 'DOVES' میں کرتا ہوں۔ یہ نہیں چاہتے تھے کہ خون ریزی ہو۔ ان کی بات لوگوں کی اکثریت نے قبول کرلی تھی، جبکہ 'HAWKS' کا سردار تھا ابوجہل اور وہ اس بات پر مصر تھا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) اور آپؐ کے ساتھیوں کو ختم کر دیا جائے، لیکن اس کی بات نہیں چلی — البتہ دو واقعات ایسے وقوع پذیر ہوگئے کہ 'DOVES' کی بات دب گئی اور HAWKS کی رائے غالب آگئی، جس کے نتیجہ میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اقدام کا جو پانچواں مرحلہ شروع کر رکھا تھا وہ چھٹے اور آخری مرحلے یعنی مسلّح تصادم (Armed Conflict) میں داخل ہوگیا

چھٹا مرحلہ = مسلّح تصادم کا آغاز !!

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا کہ اس مرحلے کے آغاز کا سبب دو واقعات ہیں۔ پہلا واقعہ تو اس آٹھویں مہم سے متعلق ہے جو نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے "وادئ نخلہ" کی طرف روانہ فرمائی تھی۔ اس کا ذکر میں قدرے تفصیل سے عرض کرنے والا ہوں اصل میں اسی واقعہ نے مکّہ میں جنگی جوش وخروش کی آگ بھڑکا دی تھی۔ دوسرا واقعہ حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس اقدام سے متعلق ہے جو آپؐ نے ابوسفیان کے اس تجارتی قافلے پر تاخت کرنے کے بارے میں کیا تھا جو شام جاتے وقت غزوۂ عشیرہ میں بچ نکلا تھا اور اب تجارتی مال سے لدا پھندا شام سے مکّہ واپس آرہا۔

واقعہ وادئ نخلہ: وادئ نخلہ مکّہ اور طائف کے درمیان واقع ہے۔ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم

سے نے جو آٹھویں مہم ترتیب دی، وہ سریّہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اس کا خاص معاملہ یہ ہے کہ آپؐ نے عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں مہاجرین میں سے بارہ افراد پر مشتمل ایک دستہ ترتیب فرمایا اور امیرِ لشکر کو ایک خط مرحمت فرما کر ہدایت فرمائی کہ فلاں جانب کوچ کرو اور دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد خط کھول کر پڑھو اور اس کی تعمیل کرو۔ غور فرمائیے کہ راز داری کس درجہ کی ہے کہ خود کمانڈر کو بھی معلوم نہیں کہ وہ مہم کیا ہے جو میرے سپرد کی گئی ہے۔ وہؓ روانہ ہو گئے اور دو دن کی مسافت کے بعد خط کھولا۔ اس میں لکھا تھا کہ "وادیٔ نخلہ جا کر قیام کرو اور قریش کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھو اور ان کے بارے میں ہمیں اطلاع دیتے رہو"۔ میں آپ حضرات کو وادیٔ نخلہ کا محل وقوع بتا چکا ہوں کہ یہ وادی طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔ قریش کے جو قافلے یمن جاتے تھے وہ اسی وادی سے گزر کر طائف ہوتے ہوئے یمن کی طرف جاتے تھے۔ یہ وادی مدینہ سے قریباً تین سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ چونکہ طویل سفر تھا اور بڑی سخت اور کٹھن مہم تھی لہٰذا عبداللہ بن جحشؓ نے اپنے ساتھیوں کو آزاد کر دیا کہ میں تو جاؤں گا چونکہ حضورؐ کا حکم ہے تم میں سے جو میرا ساتھ دینا چاہے وہ دے، میں کسی کو مجبور نہیں کروں گا۔ سب نے کہا کہ حضورؐ کا حکم ہم سب کے لئے ہے، اور آپؐ کا حکم ہمارے لئے واجب الاطاعت ہے۔ ہم کیسے واپس جا سکتے ہیں۔ چنانچہ پورا دستہ وہاں پہنچ کر مقیم ہو گیا۔ وہاں قریش کے ایک مختصر قافلے سے جو صرف پانچ افراد پر مشتمل تھا اور جن کے ساتھ اونٹوں پر لدا ہوا کافی سامانِ تجارت موجود تھا، اچانک مڈبھیڑ ہو گئی۔ کوئی صورتِ حال ایسی پیدا ہو گئی کہ جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس میں کسی پیشگی ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اب دو ہی شکلیں تھیں کہ 'مارو یا مر جاؤ' (EITHER KILL OR BE KILLED) اس کے سوا اور کوئی راستہ تھا ہی نہیں چنانچہ مقابلہ ہوا اور نتیجہ یہ نکلا کہ مکہ والوں میں سے ایک شخص عمرو بن الحضرمی قتل ہو گیا۔ اس کا باپ اگرچہ حضرموت کا رہنے والا تھا لیکن مکہ میں امیّہ بن حرب (ابوسفیان کے والد) کا حلیف تھا اور قریش کی روایات میں حلیف کا رشتہ بہت مضبوط ہوتا تھا۔ اس قافلے میں مغیرہ بن ولید کے دو پوتے، ایک آزاد کردہ غلام اور ایک دوسرا قریشی شامل تھے۔ ان چاروں میں سے دو افراد جان بچا کر فرار ہو گئے اور بقیہ دونوں کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا جن میں مغیرہ کا ایک پوتا بھی شامل تھا۔ یہاں نوٹ کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ ہجرت کے بعد اس مسلح مڈبھیڑ میں پہلی بار مکہ کا ایک کافر مسلمانوں کے ہاتھ قتل ہوا، دو قریشی کافر اسیر

بنائے گئے اور قافلے کا مالِ تجارت بطور مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ واپس آکر حضرت عبداللہ بن جحش ؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی رپورٹ دی تو اس کے متعلق دو روایات ملتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور سرزنش فرمائی کہ میں نے تم کو جنگ کا حکم نہیں دیا تھا۔ دوسری یہ کہ پوری صورت حال سن کر حضورؐ نے عتاب نہیں فرمایا نہ کوئی سرزنش فرمائی اور مالِ غنیمت میں سے خمس بھی قبول فرمالیا۔ جو دو قیدی تھے ان کا فدیہ قبول کر کے انہیں آزاد فرمادیا۔ ان میں سے مغیرہ کا پوتا تو واپس مکّہ چلا گیا جبکہ دوسرے قیدی حکم بن کیسان آزاد ہونے کے بعد مسلمان ہو گئے اور انہوں نے مدینہ ہی میں سکونت اختیار کر لی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

ابوسفیان کی سرکردگی میں شام سے واپس آنیوالے قافلے کا معاملہ: وادیٔ نخلہ میں عمرو بن الحضرمی کے قتل، دو قریشیوں کی اسیری جن میں مغیرہ بن ولید جیسے معزز خاندان کا ایک فرد بھی شامل تھا اور پورے سامان تجارت کا مسلمانوں کے ہاتھ لگ جانے کی وجہ سے پورے مکّہ میں غیض و غضب کی آگ لگی ہوئی تھی۔ لوگ بے قابو ہو رہے تھے اور انتقام کے لئے مدینہ پر چڑھائی کا مطالبہ کر رہے تھے کہ اسی ہیجان خیز صورتِ حال میں ابوسفیان کی طرف سے مکّہ میں ہنگامی پیغام پہنچ گیا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے خطرہ ہے کہ وہ اس تجارتی قافلے پر تاخت کریں گے جو نہایت بیش قیمت تجارتی ساز و سامان سے لدا پھندا شام سے واپس آرہا ہے۔ اس خبر نے مکّہ میں جلتی پر تیل کا کام کیا۔ اور مکّہ میں ٹھنڈے مزاج اور بردبار طبیعت کے جو سردار اب تک آپس کی خون ریزی سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے وہ تند خو، جوشیلے، مشتعل مزاج لوگوں کے آگے بے بس ہو گئے، جن کا قائد تھا اللہ، اس کے رسولؐ اور دین توحید کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل۔ اب ان کے ہاتھ میں خون ریزی کے لئے یک وقت بہت سی دلیلیں آگئیں۔ چنانچہ پورے مکّہ میں چیخ و پکار شروع ہو گئی کہ قتل کا بدلہ قتل، خون کا بدلہ خون۔ اب ہم ان صابیوں اور بے دینوں کی گردنیں مار کر ہی دم لیں گے۔ (مشرکین کے نزدیک تو اہلِ ایمان اپنے آبائی دین سے منحرف ہو کر بے دین ہو گئے تھے)۔ مکّہ میں اس وقت انتقام کی جو آگ لگی ہوئی تھی آپ اس کا تصور کر سکتے ہیں کہ کسی قبائلی معاشرے میں اس نوع کے واقعات کس قدر اہمیت کے حامل ہوتے ہیں اور جوشِ انتقام کی کیا کیفیات ہوش و حواس پر غالب آجاتی ہیں۔ چنانچہ ایک ہزار جنگجوؤں کے لشکر نے کیل کانٹے سے لیس ہو کر مکّہ سے سوئے مدینہ اس عزم و ارادہ سے کوچ

کیا کہ توحید کی انقلابی دعوت کو ہمیشہ ہمیش کے لئے ختم کر کے دم لیں گے ۔ گویا سانپ اپنے بل سے باہر آگیا اور اسی کے نتیجے میں انقلاب محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسّلام کے چھٹے مرحلے "مسلح تصادم" (ARMED CONFLICT) کا غزوۂ بدر کی صورت میں آغاز ہو گیا

چند اہم نکات : اس سے قبل کہ غزوۂ بدر سے مسلح تصادم کے جس مرحلہ کا آغاز ہوا میں اس پر گفتگو کروں، میں چاہتا ہوں کہ میں نے پانچویں مرحلے یعنی اقدام کے ضمن میں جو تین اہم نکات آپ کو نوٹ کرائے تھے، ان کو اپنے ذہنوں میں تازہ کر لیجئے ۔ یہی نکات اس نقطۂ نظر کی قطعی تردید کرتے ہیں کہ اہلِ ایمان نے تو محض اپنی مدافعت میں جنگ لڑی ہے ۔

پہلا نکتہ یہ کہ ہجرت کے بعد پہلا عَلَم بلند فرمایا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور پہلے عَلَم بردار تھے اسد اللہ واسد رسولہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوسرا نکتہ یہ کہ پہلا تیر چلا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی طرف سے

اور ــــــ

تیسرا نکتہ یہ کہ پہلا کافر عمرو بن الحضرمی قتل ہوا اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے ۔ دو کافر اسیر بنائے گئے مسلمانوں کی طرف سے ۔ اور پہلا مالِ غنیمت بھی اہلِ ایمان کے ہاتھ لگا ۔

اس آخری نکتے کے متعلق اس بحث کو نظر انداز کر دیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا تھا یا نہیں! بہر حال یہ کام اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں بالفعل ہوئے ــــ ظاہر بات ہے کہ جماعتی سطح پر تو یہی ہوتا ہے کہ انقلابی جماعت کا کوئی فرد جب کوئی اقدام کرتا ہے تو اس کی ذمہ داری قائدِ انقلاب پر آتی ہے ۔ یا پھر یہ ہوتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بالکلیہ اظہارِ براءت فرماتے یا اقدام کرنے والوں کو سزا دیتے اور مشرکین کے نقصانات کی تلافی فرماتے ۔ آپؐ نے ایسی کوئی شکل اختیار نہیں فرمائی ۔ گویا آپؐ نے اپنے اصحابؓ کے اس اقدام کو قبول (OWN) فرمالیا ۔

اب آئیے غزوۂ بدر کی طرف ــــــ

(جاری ہے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا

اے ہمارے رب، اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں تو (ان گناہوں پر) ہماری گرفت نہ فرما۔

رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ

اور اے ہمارے رب، ہم پر ویسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے اُن لوگوں پر ڈالا

عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا

جو ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ

اور اے ہمارے رب، ایسا بوجھ ہم سے نہ اٹھوا جس کے اُٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے۔

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا

اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرما، اور ہم کو بخش دے اور ہم پر رحم فرما۔

اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝

تو ہی ہمارا کارساز ہے۔ پس کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

ہمیں توبہ کی توفیق عطا کر دے

ہماری غلطیوں کو اپنی رحمتوں سے ڈھانپ لے

الداعی الی الخیر: میاں عبدالواحد
بھگوان سٹریٹ
پرانی انارکلی لاہور

مُسلم فیملی لاز آرڈی نس

پر

عُلماءِ کرام

کا

تبصرہ

ایک تاریخی دستاویز

۲مارچ کو مرکزی حکومت نے مسلم فیملی لاز آرڈی ننس ۱۹۶۱ء کے نام سے جو قانونی حکم صادر کیا ہے اور اس کو پیش کرتے ہوئے وزیر قانون جناب محمد ابراہیم صاحب نے جو توضیحی بیان دیا ہے اس کو ہم نے بغور دیکھا۔ ہم اس بات پر افسوس کا اظہار کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پچھلے پانچ سال کے دوران میں عائلی کمیشن کی رپورٹ پر اہلِ علم (یعنی علمِ دین کے جاننے والوں) کی طرف سے جو مدلّل تبصرے کیے گئے تھے۔ اور اس کی کمزوریوں کی جو صاف صاف نشان دہی خود کمیشن کے ایک عالمِ دین رُکن اور دوسرے لوگوں کی طرف سے کی گئی تھی ان سب کو مرکزی حکومت نے بے تکلّف نظر انداز کر دیا اور اس کمیشن کی بیشتر سفارشات کو قانون کا جامہ پہنا دیا۔ مزید افسوس اِس بات کا ہے کہ وزیرِ قانون نے اس نئی قانون سازی کو عین مطابقِ قرآن قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ تاہم یہ امر موجبِ اطمینان ہے کہ آرڈیننس کو فوری طور پر نافذ العمل قرار نہیں دیا گیا ہے اور اس کے نفاذ کو آئندہ کے کسی اعلان تک مؤخر رکھا گیا ہے۔ ہم اس موقع سے فائدہ اُٹھا کر پُورے دلائل کے ساتھ اس آرڈیننس کی کمزوریوں اور اس کے نقصانات کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ حکومت پھر ایک مرتبہ غور کرے اور اس غلطی کی تلافی کرے۔ اب تک موجودہ حکومت کی یہ ایک قدر روایت رہی ہے کہ اس کے کسی فیصلہ کی غلطی اگر اس پر واضح کر دی گئی ہے تو اس نے اِس فیصلے پر نظرِ ثانی کرنے میں تامّل نہیں کیا ہے۔ ہم توقع رکھتے ہیں کہ اس آرڈی ننس کے معاملے میں بھی ایسا ہی کیا جائے گا۔

ذیل میں آرڈیننس کی قابلِ اعتراض دفعات پر سلسلہ وار تبصرہ اسی تعمیری غرض کے لیے پیش کیا جا رہا ہے

دفعہ نمبر ۴:۔ اِس دفعہ کی رُو سے دادا اور نانا کے اُن پوتوں اور پوتیوں اور نواسوں نواسیوں کو دادا اور نانا کا وارث قرار دیا گیا ہے جن کے باپ یا ماں مُورث کی زندگی ہی میں وفات پا گئے ہوں۔ محترم وزیر قانون کے خیال میں یہ قرآنی قانون کی پیروی ہے۔ لیکن اس کے اندر قرآن کے چار صریح قاعدوں کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

۱۔ قرآن ایک مُورث کے ترکے میں صرف اُن رشتہ داروں کے حِصّے مقرر کرتا ہے جو مُورث کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوں۔ لیکن آرڈی ننس کی یہ دفعہ بعض ان رشتہ داروں کو حصہ دلواتی ہے جو مُورث کی زندگی میں وفات پا چکے ہوں۔ اس دفعہ کی رُو سے پہلے یہ فرض کیا جائے گا کہ وہ وفات یافتہ رشتہ دار مُورث کی وفات کے وقت زندہ ہیں اور اس مفروضے کی بنا پر واقعی زندہ رشتہ داروں

کے ساتھ ان کا حِصّہ نکالا جائے گا۔ پھر ان کا حصّہ نکالتے ہی انہیں مُردہ تسلیم کر لیا جائے گا اور آگے ان کے وارثوں میں وہ حِصّہ تقسیم کیا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ قرآن کی کس آیت سے یہ قانونی مفروضات اور قانونی حیلے اخذ کیے گئے ہیں؟

۲۔ قرآنِ کریم میں جن رشتہ داروں کے حِصّے مقرر کیے گئے ہیں ان میں بیٹوں اور بیٹیوں کے علاوہ ماں، باپ، بیوی، شوہر اور مورث کے کلالہ ہونے کی صُورت میں بھائی اور بہن بھی شامل ہیں، لیکن آرڈی ننس کی یہ دفعہ ان میں سے صرف بیٹوں اور بیٹیوں کو اس امتیاز کے لیے منتخب کرتی ہے کہ مورث کی زندگی میں مر جانے کے باوجود وہ حِصّہ وصول کرنے کے لیے مورث کی موت کے وقت زندہ فرض کیے جائیں گے اور پھر آگے حِصّہ تقسیم کرنے کے لیے مُردہ تسلیم کر لیے جائیں یہ امتیاز قرآن کی کس نص یا اس کے کس اقتضاء یا دلالت یا اشارے سے ماخوذ ہے؟

۳۔ قرآن کی رُو سے ایک مورث کے ترکے میں اس کے تمام بیٹوں اور بیٹیوں کا حق ہے، قطع نظر اس کے کہ وہ صاحبِ اولاد ہوں یا نہ ہوں، شادی شدہ ہوں یا نہ ہوں، بالغ ہوں یا نہ ہوں لیکن اس آرڈی ننس میں مزید امتیاز برتا گیا ہے کہ جو بیٹے اور بیٹیاں مورث کی زندگی میں لاولد مر گئے ہوں ان کو تو حِصّہ وصول کرنے کے لیے زندہ فرض نہیں کیا جائے گا۔ البتہ جو اولاد چھوڑ گئے ہوں صرف اُن کا حِصّہ وصول کیا جائے گا۔ اس امتیاز کے لیے قرآن کریم میں کیا دلیل ہے۔

۴۔ یہ آرڈی ننس مزید امتیاز یہ برتتا ہے کہ فوت شدہ صاحبِ اولاد بیٹوں اور بیٹیوں کی بھی صرف اولاد کو حِصّہ پہنچاتا ہے۔ دراں حالیکہ قرآن کی رُو سے اگر مورث کے مال میں اُن کا کوئی حق ہے تو وہ پھر ان کی ماں یا ان کے باپ اور اُن کی بیوی یا اُن کے شوہر کو بھی پہنچنا چاہیے مثلاً اگر ایک متوفیہ بیٹی کا حِصّہ نکالا جائے تو اس کا شوہر بھی حقدار ہے اگر وہ زندہ ہو اور اس کی ماں بھی حقدار ہے اگر وہ متوفیہ باپ سے حِصّہ پا رہی ہو اور اس کا باپ بھی حقدار ہے اگر وہ متوفیہ ماں سے حِصّہ پا رہی ہو۔ نانا سے صرف نواسوں اور نواسیوں کو حِصّہ دلوانا اور دوسرے وارثوں کو چھوڑ دینا قرآن کے کس حکم پر مبنی ہے؟

ان سوالات کے جواب میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ تمام نئے مفروضات اور قاعدے صرف قرآن کے اس منشا کو پُورا کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں کہ یتامیٰ کی مدد کی جائے اگرچہ بجائے خود یہ قاعدے اور مفروضے قرآن سے ماخوذ نہیں ہیں۔ لیکن یہ عذر دو

وجوہ سے بالکل غلط ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا قانونِ میراث سرے سے اس اصول پر مبنی ہی نہیں ہے کہ کسی پر رحم کھا کر اس کی مدد کی جائے ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ قرآن ایک مالدار رشتہ دار کو میراث کا حق پہنچاتا محض اس بنا پر کہ وہ قاعدے کے مطابق حقدار رشتوں کے دائرے میں شامل نہیں ہے۔ ایک اپاہج مفلس بھائی کو محروم کرنا اور ایک دولت مند بیٹے کو دولت مند باپ کی جائداد کا وارث بنانا بالکل غلط ہو جاتا اگر قانونِ میراث بنانے سے قرآن کا منشا یہ ہوتا کہ حاجت مندوں کی مدد کی جائے۔ دوسری وجہ جس کی بنا پر یہ عذر قطعاً غلط ہوگا یہ ہے کہ اگر فی الواقع قرآن کا ایسا کوئی منشا ہوتا کہ یتیم پوتوں اور نواسوں کی مدد دادا اور نانا کی میراث میں اُن کو حصہ دار بنا کر کی جانی چاہیے تو آخر کیا امر اس میں مانع تھا کہ قرآن اپنے اس غامض منشا کو ایک صاف حکم کے ذریعے کھول دیتا؟ اور اگر قرآن نے نہ کھولا تھا تو یہ منشا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو مخفی نہیں رہنا چاہیے تھا۔ انہوں نے ایسا حکم کیوں نہیں دیا؟ اگر حضورؐ نے اس کو نہیں کھولا تھا تو آخر کیا معقول وجہ ہے کہ قرآن کا یہ منشا تمام خلفاء سے، تمام صحابہ سے، تمام آئمہ اہل بیت سے، تمام مجتہدین سے اور پچھلی تیرہ صدیوں میں اسلام کے سارے فقہاء سے مخفی رہ گیا اور اس کو پایا تو اس زمانہ میں چند اُن لوگوں نے جنہوں نے چاہے جس علم کی بھی تعلیم و تربیت پائی ہو، قرآن و سنّت کے علم کی تعلیم و تربیت نہیں پائی۔ باپ کی زندگی میں فوت ہو جانے والے بیٹوں اور بیٹیوں کی اولاد کو جو مشکلات پیش آتی ہیں ان کو رفع کرنے کا صحیح طریقہ بارہا علماء کی طرف سے پیش کیا جا چکا ہے مگر افسوس ہے کہ اس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔ البتہ اس معاملے میں شریعت کے خلاف طریقوں کو درخورِ اعتناء سمجھا جاتا ہے اور انہیں رواج دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔

دفعہ نمبر ۵: اس دفعہ کی رُو سے یہ لازم کیا گیا ہے کہ تمام نکاح جو کسی علاقے میں ہوں وہ اِس علاقے کی یونین کونسل کے مقرر کردہ نکاح رجسٹرار کے پاس درج کیے جائیں اور اگر نکاح رجسٹرار کے سوا کسی اور نکاح خوان سے پڑھایا ہو تو اس کی اطلاع نکاح رجسٹرار کو کی جائے۔ اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو تین مہینے قید یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ تک کی سزا دی جائے گی یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

جہاں تک کہ نکاح کی رجسٹری کا تعلق ہے اس کی ضرورت اور اس کے فائدے سے انکار

نہیں۔ اگر اس رجسٹری کے لیے ملک میں جگہ جگہ مناسب انتظامات موجود ہوں اور لوگوں کے علم میں اس کے فائدے لائے جائیں تو امید ہے کہ لوگ خود اپنے مفاد کی حفاظت کے لیے رجسٹریشن کی ان سہولتوں سے فائدہ اٹھائیں گے۔ لیکن اس کو قانوناً لازم کرنا اور اس کی خلاف ورزی کو ایک جرم مستلزم سزا قرار دینا متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں نکاح شرعاً بالکل صحیح طور پر منعقد ہو جاتا ہے اگر عورت اور مرد نے دو گواہوں کے سامنے ایجاب و قبول کر لیا ہو۔ نکاح کا خطبہ پڑھا جانا کوئی ضروری امر نہیں ہے۔ کسی قاضی یا عالم کا موجود ہونا اور اس کا خطبہ پڑھنے کے بعد ایجاب و قبول کرانا زائد از ضرورت مستحبات میں سے ہے۔ نکاح اس کے بغیر منعقد ہو جاتا ہے لیکن یہ رجسٹریشن کا حکم نکاح خوان کا ایک باقاعدہ منصب قائم کرتا ہے۔

دوسری بات وضاحت طلب یہ ہے کہ جس نکاح کی رجسٹری نہ ہوئی ہو اور شریعت کے مطابق دو شہادتیں اس پر قائم ہو جائیں، آیا اس کو آپ کی عدالت تسلیم کرے گی یا نہیں ؟ اس نکاح کی بنا پر عورت اور مرد کو ایک دوسرے کا جائز وارث تسلیم کیا جائے گا یا نہیں ؟ ان سے پیدا شدہ اولاد کو جائز اولاد مانا جائے گا یا نہیں ؟ وہ اولاد اپنے باپ سے میراث پائے گی یا نہیں ؟ اگر ان سوالات کا جواب نفی میں ہے تو یہ شریعتِ اسلامیہ سے کھلا تصادم ہے کیونکہ شریعت کی رُو سے ایک نکاح جائز ہو گا اور آپ کے قانون کی رُو سے ناجائز ہو گا۔ شریعت کی رُو سے کچھ حقوق ثابت ہوں گے اور آپ کے قانون کی رُو سے وہ باطل ہو جائیں گے اور اگر ان سوالات کا جواب اثبات میں ہے تو پھر آپ کا از رُوئے قانون رجسٹریشن کو لازم کرنا اور رجسٹری نہ کرانے والوں کو سزائیں دینا عملاً بے معنی ہو جاتا ہے۔

تیسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ آیا واقعی یہ رجسٹریشن جائز نکاحوں کے ثبوت کا کوئی یقینی ذریعہ ہے ؟ اور آج تک مسلمانوں میں جو نکاح رجسٹری کے بغیر ہوتے رہے ہیں ان پر اس طریقہ کو کوئی واضح فوقیت حاصل ہے ؟ ہمارے خیال میں تو رجسٹریشن کو اس حد تک اہمیت دینا صحیح نہیں ہے۔ ملک کی موجودہ بگڑی ہوئی حالت میں اس بات کا بہت کافی امکان ہے کہ ایک با اثر غنڈہ رشوت اور سازش کے ذریعہ سے کسی شریف عورت کے ساتھ اپنے نکاح کا بالکل فرضی اندراج کرا دے

وراس پر اپنے ساتھی غنڈوں کی گواہیاں ثبت کرادے، اس طرح کے اندراجات سے وہ ساری قباحتیں پیدا ہوسکتی ہیں، جو مروّج طریقِ نکاح کی صورت میں فرض کی جاسکتی ہیں۔

اِن وجوہ سے ہم پھر اپنی اس رائے پر اصرار کریں گے کہ رجسٹریشن کی سہولتوں کو صرف مہیا کر دینے پر اکتفا کیا جائے اور بتدریج لوگوں کو اس بات کا عادی کیا جائے کہ وہ رضا کارانہ طریقے پر ان سے فائدہ اٹھائیں۔ معاشرے کے ہر مسئلہ کو جبر و تعزیر کے زور سے حل کرنے کی کوشش نہ صحیح ہے اور نہ اس کے اچھے نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

دفعہ نمبر ۶ : یہ دفعہ تعدّدِ ازواج پر پابندیاں عاید کرنے کے لیے وضع کی گئی ہے قبل اس کے کہ ہم اس دفعہ کا تجزیہ کر کے اس پر بحث کریں، ہم یہ واضح کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ تعدّدِ ازواج کو اصلاً ایک بُرائی سمجھنا اور صرف ناگزیر ضرورت کی حالت میں اس کو جائز قرار دینا ایک غیر اسلامی تخیّل ہے۔ اسلام اس تخیّل سے قطعاً ناآشنا ہے، یہ مغرب سے درآمد ہوا ہے اور اس کے جواز کو ناگزیر ضرورت کے ساتھ مقیّد کرنے کی کوشش مغرب کے سامنے ایک معذرت کے سِوا اور کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ قرآن جن انبیاء کو خدا کے مقرر کردہ امام اور پیشوا اور مقتدا قرار دیتا ہے، اُن میں سے بیشتر تعدّدِ ازواج پر عامل تھے۔ خود سرورِ انبیاء سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متعدد بیویاں تھیں۔ کوئی منکرِ حدیث بھی اِس امرِ واقعہ سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ قرآن میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر ہے (وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ۔ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ) پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں خلفاء، بیشتر صحابہ، اکثر ائمہ اہل بیت اور اسلامی تاریخ کے بیشتر اکابرین جن پر مسلمانوں کو فخر ہے بیک وقت متعدد بیویاں رکھنے والے تھے۔ اُن میں سے کس کس کے متعلق آخر آپ ثابت کریں گے کہ اُن کو ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی سخت ضرورت تھی؟ اِس چیز کو اصلاً ایک بُرائی تسلیم کر لینے کے بعد تو لازماً ایک زوجی کے قائل اہلِ مغرب بہت سی ناجائز داشتائیں اور آشنائیں رکھنے کے باوجود صالح قرار پاتے ہیں۔ اِس لیے کہ ان میں سے کسی نے کسی ضرورت کی بناء پر بھی ایک سے زائد قانونی بیویاں نہیں رکھیں، اور مسلمانوں کے بیشتر اکابر کم از کم نیم صالح تو قرار پاتے ہی ہیں، کیونکہ وہ ضرورتاً اس "بُرائی" پر عمل کرتے رہے۔

مزید برآں یہ بات قابلِ غور ہے کہ تعدّدِ ازواج کے معاملے میں تو ہمارے وزیرِ قانون صاحب

اور ہمارے دوسرے لیڈروں اور حکمرانوں کو قرآن کا کوئی مخفی منشا تلاش کر کے اس پر پابندیاں عائد کرنے کی اس قدر سخت ضرورت محسوس ہوئی لیکن قرآن نے جن برائیوں کو صریح الفاظ میں منع کیا ہے ان میں سے کسی کو قانون کے ذریعہ سے روکنے کی انہوں نے کوئی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اگر ایک شخص ایک بیوی کے موجود ہوتے ہوئے طوائفوں کے ہاں جائے یا کوئی داشتہ رکھے یا آزادانہ شہوت رانی کرتا پھرے تو فرمائیے کہ آپ کے قانون میں اس کے لیے کیا رکاوٹ ہے۔ کیا سزا اس کے لیے تجویز کی گئی ہے؟ کن بیگمات نے اس کے خلاف کبھی احتجاج کیا اور اس کو از روئے قانون روکنے کا کبھی مطالبہ کیا؟ کب آپ نے کوئی کمیشن بٹھایا کہ اس کے سدباب کے لیے بھی کوئی تدبیر تجویز کی جائے؟ اس صریح برائی کو تو آپ رواداری کا مستحق سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن اسے انتہائی سخت جرم قرار دیتا ہے اور اس کے لیے سخت سزا تجویز کرتا ہے مگر تعدّدِ ازواج پر آپ پابندیاں عائد کرنے کی فکر کرتے ہیں اور دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ ہم قرآن کے منشا کو پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ طرزِ عمل کسی صحیح ذہنیت کی غمازی نہیں کرتا۔ کیوں صاف صاف یہ اعتراف نہیں کیا جاتا کہ قرآن کا منشا پورا کرنا پیشِ نظر نہیں ہے بلکہ اُن اہلِ مغرب کے سامنے معذرت پیش کرنا مقصود ہے جو مسلمانوں سے سابقہ پیش آتے ہی سب سے پہلے تعدّدِ ازواج پر برسنا شروع کر دیتے ہیں اور اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ غیر قانونی تعددِ ازواج اُن کے ہاں جس بڑے پیمانے پر رائج ہے اتنا مشکل ہی سے دنیا کی کسی سوسائٹی میں آج تک رائج رہا ہوگا۔ حتیٰ کہ اُن کے بعض ملکوں میں آج خود یو۔ این۔ او کی ایک رپورٹ کے مطابق ناجائز ولادتوں کا اوسط ۶۰ فی صدی تک پہنچ چکا ہے۔

اب ہم اس دفعہ کے مشتملات پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں۔ اس میں ایک شخص کو جو ایک بیوی یا زائد بیویوں کی موجودگی میں مزید نکاح کرنا چاہتا ہو اس بات کا پابند کیا گیا ہے کہ اوّلاً وہ اپنی موجودہ بیوی یا بیویوں کی رضامندی حاصل کرے، ثانیاً اپنے علاقہ کی یونین کونسل کے چیئرمین سے اجازت حاصل کرنے کی درخواست کرے، ثالثاً ایک پنچایت کو جو اس شخص کے نمائندے اور اس کی بیوی یا بیویوں کے نمائندے اور یونین کونسل کے چیئرمین پر مشتمل ہوگی، اس بات پر مطمئن کرے کہ اس کا مزید ایک بیوی کرنا ضروری اور حق بجانب ہے۔ ان شرائط کی تکمیل کے بعد پنچایت سے اجازت نامہ حاصل کرنے پر وہ نکاح کرنے کا مجاز ہوگا لیکن پنچایت کے اِس فیصلے کے خلاف مغربی پاکستان میں کلکٹر کے پاس

اور مشرقی پاکستان میں سب ڈویژنل آفیسر کے پاس نگرانی کی جا سکے گی اور اس کا فیصلہ آخری فیصلہ ہوگا جس کے خلاف کہیں کوئی اپیل نہ ہو سکے گی۔ قطع نظر اس کے کہ وہ نکاح کی اجازت دینے کے حق میں ہو یا اجازت منسوخ کرنے کے حق میں۔ مزید برآں اس دفعہ میں یہ بھی طے کیا گیا ہے کہ جو شخص مذکورہ بالا قاعدہ کے خلاف نکاح کر لے۔

۱۔ اس کی بیوی یا بیویوں کو فوراً پورا مہر دلوایا جائیگا، خواہ وہ اصلاً مہر معجل ہو یا مؤجل۔

۲۔ اس کو ایک سال قید یا پانچ ہزار روپیہ جرمانہ تک کی سزا دی جائے گی یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔

۳۔ اس کا نکاح علاقے کے رجسٹرار کے پاس درج نہیں کیا جائے گا، جس کے معنی غالباً یہ ہیں کہ وہ سرے سے قانوناً مسلم ہی نہیں ہوگا۔

۴۔ اس کی بیوی یا بیویوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس شکایت کی بنیاد پر عدالت میں خلع کا مطالبہ کرے یا کریں۔

وزیر قانون صاحب ہم کو یہ یقین دلانے کی کوشش فرماتے ہیں کہ سب کچھ انہوں نے قرآن کے منشاء کو پورا کرنے کے لیے کیا ہے لیکن قرآن کے جس منشاء کی وہ نشان دہی فرماتے ہیں وہ خود اُن کے الفاظ میں اِس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ایک سے زائد بیویوں کے ساتھ نکاح اس شرط پر جائز ہے کہ شوہر سب بیویوں کے درمیان عدل کرے۔ وزیر قانون صاحب کا ارشاد ہے کہ وہ تعددِ ازواج پر پابندیاں اس لیے عائد فرما رہے ہیں کہ لوگ اس اجازت سے غلط فائدہ اُٹھا کر ایک سے زائد بیویاں کر لیتے ہیں اور عدل کی شرط پوری نہیں کرتے۔ اس سلسلہ میں ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ عدل کا سوال آیا نکاح سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا نکاح کے بعد؟ ظاہر بات ہے کہ یہ سوال ایک سے زائد نکاح کر لینے کے بعد پیدا ہوتا ہے کہ آیا شوہر نے عدل کیا ہے یا نہیں۔ وجہ شکایت قرآن کی رُو سے جائز طور پر صرف اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب کہ شوہر نے عدل نہ کیا ہو۔ اور اُس وقت ایک بیوی کو جس کے ساتھ عدل نہ ہو رہا ہو یہ مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے کہ یا تو اس کے ساتھ عدل کیا جائے یا شوہر صرف ایک بیوی رکھے۔ قرآن کا نام لے کر اس کے اِس منشاء کو پورا کرنے کی یہ شکل قرآن کے کس لفظ یا اشارے یا فحوٰی سے اخذ کی گئی ہے کہ نکاح سے پہلے شوہر اپنی موجود بیوی یا بیویوں

کی رضامندی حاصل کرے اور ایک پنچایت کو اپنی ضرورت کا اطمینان دلائے ؟ پھر قرآن کے کس لفظ یا اشارے سے یہ حکم اخذ کیا گیا ہے کہ جو نکاح موجود بیوی یا بیویوں سے اجازت لیے بغیر اور ایک پنچایت سے لائسنس حاصل کیے بغیر کیا گیا ہو، وہ قانوناً تسلیم ہی نہ کیا جائے اور اس شخص کو جیل بھی بھیجا جائے اور قبل اس کے کہ اس کی بیوی یا بیویوں کو عدل نہ کیے جانے کی شکایت پیدا ہو مجرد نکاح کر لینا ہی وہ جائز وجہ شکایت ہو جس کی بنا پر وہ خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے یا کر سکتی ہیں ؟ براہِ کرم ہمیں یہ بتائیے کہ یہ سب کچھ قرآن کے کس مقام سے اخذ کیا گیا ہے ؟ اور اگر قرآن میں یہ نہیں ہے تو کیا کہیں کوئی شہادت اس امر کی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیوی کے بعد جتنی شادیاں کیں ان سے پہلے حضور نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے انہیں اس بات پر مطمئن کیا ہو کہ مجھے مزید بیویوں کی ضرورت ہے ؟ یا صحابہ کرامؓ میں سے کسی کو دوسری شادی کرنے سے پہلے اس بات پر مجبور کیا گیا ہو کہ وہ کسی پنچایت کے سامنے اپنی ضرورت ثابت کریں ؟ یا تاریخ اسلام میں کبھی کسی بیوی کو صرف اس بنا پر خلع کے مطالبے کا حق دیا گیا ہو کہ اس کے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے ؟ یا کسی شخص کو اس جرم میں پکڑا گیا ہو کہ اس نے پچھلی بیویوں سے اجازت لیے بغیر اور پنچایت سے لائسنس لیے بغیر مزید ایک نکاح کر ڈالا ہے ؟

اگر پیشِ نظر قرآن کا نام لے کر مغربی تخیلات کو اسلامی قانون میں داخل کرنا ہو تب تو بات دوسری ہے ورنہ قرآن کے منشا ہی کو پورا کرنا فی الواقع پیش نظر ہو تو یہ پوری دفعہ منسوخ کر دینے کے قابل ہے کیونکہ قرآن اور سنت اور فقہِ اسلامی اس کے بنیادی تخیلات اور اس کے اصول وقواعد سے بالکل ناآشنا ہیں۔ اس کے بجائے صرف ایک چیز اس دفعہ میں ہونی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ جو شخص ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی صورت میں اُن کے درمیان عدل نہ کرے، اس کے خلاف اس بیوی کو عدالت میں شکایت لے جانے کا حق ہوگا جس کے ساتھ عدل نہ کیا جا رہا ہو اور عدالت شوہر کو اس کے ساتھ انصاف کرنے پر مجبور کرے گی۔

دفعہ نمبر ۷: اِس دفعہ میں طلاق کے جو احکام وضع کیے گئے ہیں، وہ تقریباً پورے کے پورے قرآن کے احکام کے خلاف ہیں۔ اور ان احکام کو نافذ کرنے کے نتائج مسلم معاشرے کے حق میں اس قدر فتنہ انگیز ہوں گے کہ شاید ابھی اُن کا پورا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اِس کی پہلی شق میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کو کسی صورت میں طلاق دے (غالباً "کسی صورت" سے مُراد یہ ہے کہ خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن یا مغلّظ) وہ یونین کونسل کے چیئرمین کو اپنے اس فعل کی اطلاع دے گا۔ دوسری شق میں یہ طے کیا گیا ہے کہ جو شخص اطلاع نہ دے اس کو ایک سال قید یا پانچ ہزار روپے جرمانہ تک کی سزا یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ تیسری اور پانچویں شق میں طے کیا گیا ہے کہ: (۱) طلاق کی عدّت طلاق دینے کے وقت سے نہیں شروع ہوگی، بلکہ یونین کونسل کے چیئرمین کو نوٹس ملنے کے بعد سے شروع ہوگی۔ (۲) اور یہ عدّت عورت کے غیر حاملہ ہونے کی صورت میں ۹۰ دن کی ہوگی اور حاملہ ہونے کی صورت میں وضعِ حمل تک یا ۹۰ دن تک (ان میں سے جو مدّت بھی طویل تر ہو) ممتد ہوگی یعنی اُس مدت کے اندر رجوع کا حق ہوگا۔ (۳) یونین کونسل کا چیئرمین نوٹس ملنے کے بعد ۳۰ دن کے اندر ایک پنچایت مقرر کرے گا جو زوجین کے درمیان صُلح کرانے کی کوشش کرے گی اور اُس کے ناکام ہونے کی صورت میں طلاق نافذ ہوگی۔

یہ تمام شقیں قرآن کے صریح احکام سے ٹکراتی ہیں۔ وزیر قانون صاحب اپنے بیان میں فرماتے ہیں کہ "اسلامی قانونِ طلاق کے اصُولوں میں سے ایک یہ ہے کہ جب کبھی میاں اور بیوی میں اختلافات رُونما ہوں تو قریبی رشتہ دار اور دوسرے لوگ اُن کے درمیان صُلح کرانے کی کوشش کریں تاکہ فوری تفریق نہ ہونے پائے۔" لیکن دراصل انہوں نے قرآن کے دو احکام کو بالکل غلط طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے اور قرآن کے دیئے ہوئے حقِ طلاق کو ایک پنچایت کے ساتھ معلّق کر کے رکھ دیا ہے۔ قرآن مجید میں طلاق کے احکام بالکل الگ بیان کیے گئے ہیں اور میاں بیوی کے اختلافات کو رفع کرنے کی صورت الگ بیان کی گئی ہے۔ سورۂ بقرہ میں آیت ۲۲۷ سے لے کر ۲۴۲ تک اور سورۂ احزاب کی آیت ۴۹ میں اور سورۂ طلاق کی پہلی ۷ آیتوں میں طلاق کے احکام بیان ہوئے ہیں۔ کوئی قانونی فہم رکھنے والا شخص ان احکام کو پڑھتے ہوئے قطعاً یہ محسوس نہیں کر سکتا کہ یہاں شوہر کے حقِ طلاق کو کسی پنچایت یا عدالت کے سامنے پیش کرنے اور اُس کا فیصلہ حاصل کرنے سے مقیّد کیا گیا ہے۔ ان تمام احکام سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شوہر جب چاہے طلاق دینے کا مختار ہے۔ ایک آیت کے اندر تو صاف الفاظ میں بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ" کا فقرہ ارشاد فرمایا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ عقدِ نکاح کو برقرار رکھنا یا توڑ دینا شوہر کے اختیار میں

ہے اور اپنے اس اختیار کو استعمال کرنے کے لیے وہ قطعاً کسی دوسرے کی طرف رُجوع کرنے کا پابند نہیں ہے۔ دوسری طرف سُورۂ نسار کی آیت ۳۴، ۳۵ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ نیک بیویاں شوہروں کی اطاعت گزار ہوتی ہیں۔ اگر بیوی نشوز کا رویّہ اختیار کرے تو شوہر کو اسے مطیع بنانے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کرنے کا حق ہے اور اگر زوجین کے درمیان کوئی جھگڑا ہو تو ایک حکم شوہر کے خاندان سے اور ایک حکم بیوی کے خاندان سے مقرر کیا جائے تاکہ وہ دونوں مل کر اُن کے جھگڑے کو رفع کرانے کی کوشش کریں۔ اِس آیت میں سرے سے طلاق کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے اور کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ اِس سعیِ مصالحت کے بغیر شوہر طلاق کا اختیار استعمال کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ اِن دو الگ قوانین کو ایک دوسرے کے ساتھ گڈمڈ کرنے کی کوشش کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے۔

دراصل اِس دفعہ کا پُورا تخیل مغرب کے انتہائی ناقص قوانینِ نکاح وطلاق سے اخذ کیا گیا ہے اور نام یہ لیا جارہا ہے کہ یہ قرآنی قانونِ طلاق کے اصُولوں پر مبنی ہے۔ مغرب ایک مدتِ دراز تک طلاق کو ایک بُرائی اور ایک ناجائز کارروائی سمجھتا رہا اور اسلام پر اعتراض کرتا رہا کہ اس میں یہ چیز جائز ہے۔ پھر اپنے اس غلط تخیّل کے بدترین نتائج دیکھ لینے کے بعد جب اس نے طلاق کے جواز کی ضرورت محسوس کر لی تو اپنے سابق طرزِ فکر کو برقرار رکھتے ہوئے، اس نے طلاق کی ضرورت پوری کرنے کے لیے یہ شکل اختیار کی کہ عورت اور مرد دونوں کو علیٰحدگی چاہنے کی صُورت میں عدالتی فیصلہ کا پابند کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندانوں کے گندے کپڑے کھُلم کھُلا عدالتوں میں دھوئے جانے لگے۔ طلاق چاہنے والے چونکہ مجبُور تھے کہ ایک عدالت کو اس بات پر مطمئن کریں کہ اُن کے لیے جدائی ناگزیر ہو چکی ہے، اس لیے انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف جھوٹے الزامات اور زیادہ بداخلاقی کے اتہامات مجبوراً لگائے کیونکہ اصل وجوہِ طلاق لازماً وہی نہیں ہو سکتے جو کسی عدالت کو مطمئن کر دیں۔ اِس طرح اِن غلط قوانینِ طلاق کی بدولت مغربی معاشرہ طلاق کے انتہائی فتنہ انگیز مقدمات سے لبریز ہو گیا۔ اب ہمارے نئے قانون سازان اہلِ مغرب کی اندھی تقلید میں ہمارے معاشرے کو اس فتنہ سے دوچار کرنے کے درپے ہیں۔

آرڈیننس کی اس دفعہ کی مذکورہ بالا شقوں میں حسبِ ذیل امُور صریح طور پر قرآن کے خلاف ہیں:

۱۔ اس میں عورت کی عدّت یونین کونسل کے چیئرمین کو نوٹس دینے کے بعد سے شروع ہوتی ہے، خواہ طلاق دینے کے مہینے دو مہینے بعد ہی یہ نوٹس دیا گیا ہو حالانکہ قرآن کی رُو سے طلاق زبان سے نکالتے ہی عدّت کی مدت شروع ہو جاتی ہے۔

۲۔ اس میں عدّت کی مدت غیر حاملہ عورت کے لیے ۹۰ دن قرار دی گئی ہے، حالانکہ قرآن کی رُو سے تین حیض اس کی مدت ہے۔

۳۔ اس میں حاملہ عورت کی عدّت کی مدّت وضعِ حمل یا ۹۰ دن (ان میں سے جو مدت بھی طویل تر ہو) قرار دی گئی ہے حالانکہ قرآن کی رُو سے حاملہ کی عدّت وضعِ حمل پر ختم ہو جاتی ہے اور صرف غیر حائضہ عورت کی مدّتِ عدّت نوّے دن نہیں، بلکہ تین مہینے رکھی گئی ہے۔

۴۔ اس میں طلاق کے نفاذ کو یونین کونسل کے چیئرمین تک اطلاع پہنچنے اور اس کی سعی مصالحت کرنے پر موقوف کر دیا گیا ہے، حالانکہ یہ قرآن کے بالکل خلاف ہے جیسا کہ ہم اُوپر واضح کر چکے ہیں۔

۵۔ اس میں شوہر کے خاندان اور بیوی کے خاندان کے ایک ایک حَکَم کے ساتھ یونین کونسل کے چیئرمین کا مزید اضافہ کر دیا گیا ہے، حالانکہ قرآن صرف دونوں خاندانوں کے ایک ایک حَکَم کے سامنے اختلافات پیش کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یونین کونسل کا چیئرمین لازماً اپنے علاقے کے تمام خاندانوں کا کوئی معتمد علیہ سرپرست نہیں ہو سکتا بلکہ آپ کے کسی قانون کی رُو سے اس کا مسلمان ہونا تک ضروری نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ دونوں خاندان یا ان میں سے کوئی ایک اس بیرونی آدمی کے سامنے اپنے گھریلو جھگڑے رکھنے پسند نہ کریں۔ کسی بیرونی شخص کے سامنے میاں اور بیوی کے بعض ایسے معاملات بھی آ سکتے ہیں کہ اگر از روئے قانون اُن کا لانا لازم کر دیا جائے تو شاید وہی خواتین جو آج اِس طرح کے قانون کا بڑے جوش و خروش سے خیر مقدم فرما رہی ہیں، اُس وقت چیخ اٹھیں گی جب یہ جھگڑے پنچایتوں میں آنے شروع ہوں گے۔ اور بعید نہیں کہ جب طلاق کا نفاذ ایک پنچایت کے اطمینان پر موقوف ہو جائے تو ہمارے ہاں بھی شوہر اپنی بیویوں پر جھوٹے اخلاقی الزامات لگانا شروع کر دیں گے تا کہ پنچایت کو طلاق کے ناگزیر ہونے کا قائل کر سکیں۔

اِس دفعہ کی شق نمبر ۶ ایک اور فتنہ انگیز صُورت پیدا کرتی ہے۔ اِس میں یہ طے کیا گیا ہے

کہ ہر وہ نکاح جو کسی مؤثر طلاق کے ذریعے سے ختم ہو چکا ہو اس کے فریقین دوبارہ باہم نکاح کر سکیں گے، بغیر اس کے کہ بیک وقت دی ہوئی طلاقیں خواہ تین ہی کیوں نہ ہوں مغلّظ نہیں ہوں گی اور عملاً ان کی تاثیر ایک ہی طلاق کی ہوگی۔ بلاشبہ یہ چیز بعض فقہی مذاہب کے نزدیک درست ہے لیکن حنفی مذہب کے خلاف ہے۔ حنفی مذہب میں اگر تین طلاق بیک وقت دیئے گئے ہوں تو اس سے طلاقِ مغلّظ واقع ہو جاتی ہے اور مطلّقہ عورت سے اس کا سابق شوہر نہ تو مدّتِ عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے اور نہ عدت گزر جانے کے بعد اس کے ساتھ پھر نکاح کر سکتا ہے، جب تک کہ اس کی تحلیل نہ ہو جائے۔ اس ملک کے باشندوں کی عظیم اکثریت حنفی ہے۔ ان حنفی باشندوں کو جو اعتماد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مذہبِ حنفی کے ائمہ وفقہا کے علم و تقویٰ پر ہے وہ اعتماد آج کل کے قانون سازوں پر نہیں ہے اور نہیں ہو سکتا۔ اس قانون سازی کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے عقیدے اور قانونِ رائج الوقت کے درمیان اختلاف واقع ہو جائے گا اور اس سے اُن کی معاشرتی زندگی میں بڑی پیچیدگیاں رُونما ہوں گی۔ مثال کے طور پر ایک شوہر اگر اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاق دینے کے بعد اس سے رجوع کر لے تو اس کی حنفی بیوی اور اُس کا خاندان اس رُجوع کو جائز تسلیم نہیں کریں گے، بیوی نہ شوہر سے آزاد ہو کر دُوسرا نکاح کر سکے گی کیونکہ قانون اس میں مانع ہوگا اور نہ اپنے آپ کو اس شوہر کے حوالے کر سکے گی کیونکہ اس کے عقیدہ کی رُو سے یہ زنا کا ارتکاب ہوگا۔ کیا اس پیچیدگی کو آپ کا کوئی قانون رفع کر سکتا ہے؟ کیا آپ کے قوانین یہ طاقت رکھتے ہیں کہ لوگوں کے عقائد تبدیل کر سکیں؟

دفعہ نمبر ۱۲: اس دفعہ میں لڑکیوں کے لیے عمرِ نکاح کی مدّت ۱۴ سال سے بڑھا کر ۱۶ سال کر دی گئی ہے یعنی ۱۶ سال سے کم عمر کی لڑکی کا نکاح اب از رُوئے قانون نہ ہو سکے گا۔ عمرِ نکاح مقرر کرنے کا قانون پہلی مرتبہ جب انگریزی دَور میں بنایا گیا تھا، اُس وقت بھی علماء نے اس پر احتجاج کیا تھا اور اب اس موقعہ پر ہم پھر اس پر اعتراض کرنے کے لیے مجبور ہیں کیونکہ یہ قرآن مجید کے صریح حکم کے خلاف اور اُن کے مصالح سے متصادم ہے جنہیں اسلامی شریعت نے اہمیت دی ہے۔

قرآن مجید میں بالفاظِ صریح ایسی لڑکی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے جس کو ابھی حیض نہ آیا ہو۔ سورۂ طلاق کی آیت نمبر ۴ میں بتایا گیا ہے کہ جن عورتوں کا حیض آنا بند ہو چکا ہو یا جن عورتوں کو ابھی

حیض آنا نہ شروع ہوا ہو ان کے معاملے میں عدّتِ طلاق تین مہینے ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ عدّتِ طلاق کا سوال پیدا ہی اُس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے نکاح ہو چکا ہو۔ اس طرح قرآن مجید صریح طور پر اس لڑکی کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتا ہے جس کو حیض آنا نہ شروع ہوا ہو۔ ہمارے ملک میں بالعموم لڑکیوں کو ۱۲ برس کے لگ بھگ عمر میں حیض آنا شروع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا قرآن کی رُو سے اس سے کم عمر کی لڑکی کے ساتھ نکاح جائز ہے، لیکن اس آرڈی ننس کی رُو سے ۱۶ برس سے کم عمر کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہے۔

قرآن کے ساتھ اِس تصادم کے علاوہ یہ سوال قابلِ غور ہے کہ اس ملک میں کیا کوئی ایسا قانون ہے جس کی رُو سے ۱۶ برس سے کم عمر کی لڑکی کے ساتھ زنا کی روک تھام ہو سکے؟ محض یہ بات کہ ۱۶ برس سے کم عمر کی لڑکی نابالغہ ہو اور اس کے ساتھ مباشرت زنا بالجبر قرار پائے اس خرابی کی روک تھام کے لیے مؤثر ذریعہ نہیں ہے۔ اِس لیے کہ ایسی لڑکی اگر اپنی مرضی سے زنا کرائے تو اس جُرم کا قانون کے علم میں آنا ضروری نہیں ہے، لیکن اس کا نکاح جب بھی کیا جائے گا وہ لازماً قانون کے علم میں آئے گا اور اس کے مرتکبین سزا پائیں گے۔ اب یہ کیسی ستم ظریفی ہے کہ ایک لڑکی کے زانیہ ہو جانے کا تو سدِّباب نہ ہو مگر اُس کے نکاح کا سدِّباب کر دیا جائے اور اگر ایک باپ اپنی ۱۴، ۱۵ برس کی عمر کی لڑکی بگڑتے ہوئے دیکھ کر اُس کا نکاح کر دینا چاہے تو نہ کر سکے اور اس کے بگڑنے کے خطرے کو مجبوراً برداشت کرتا رہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ صغر سنی کی شادی بالعموم ہمّت افزائی کی مستحق نہیں ہے اور جن علاقوں میں اس کا رواج قباحتیں پیدا کر رہا ہے وہاں اس کی اصلاح کی ضرورت ہے لیکن معاشرے کی ہر خرابی کا علاج لازماً جبر ہی نہیں ہے۔ عوام میں تعلیم و تلقین کے ذریعہ سے اس رُجحان کو روکا جا سکتا ہے، بغیر اس کے کہ قانوناً نکاح کی عمر مقرر کر کے اس سے کم عمر کے نکاح کو سرے ہی سے حرام کر دیا جائے۔

یہ ایک حقِ نصیحت ہے جو ہم اس ملک کی بھلائی کے لیے اس آرڈی ننس کے نفاذ سے پہلے ادا کر رہے ہیں۔ اس کو ادا کر دینے کے بعد ہمارا فرض ختم ہو جاتا ہے۔ اب یہ حکومت کا کام ہے کہ جن غلطیوں کی نشاندہی دلائل کے ساتھ کر دی گئی ہے اُن کی اصلاح کرے۔

مولانا مفتی محمد حسن۔ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا ابوالبرکات سیّد احمد قادری، ناظم مرکزی حزب الاحناف پاکستان لاہور

مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی، لاہور

مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

مولانا مفتی جعفر حسین مجتہد، سابق ممبر بورڈ آف تعلیمات، دستور ساز اسمبلی پاکستان

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، صدر جماعت اہلحدیث لاہور

مولانا سیّد محمود احمد رضوی، نائب ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف پاکستان لاہور

مولانا ابن الحسنات سیّد خلیل احمد قادری، خطیب مسجد وزیر خان لاہور

مولانا حافظ عبد القادر روپڑی، خطیب جامعہ قدس اہلحدیث لاہور

مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی لاہور

مولانا عبد الستار خاں نیازی لاہور

"مجھے اصل دفعات سے وہی اختلاف ہے جو اس مضمون میں ظاہر کیا گیا ہے۔ لیکن ان دفعات کی وضاحت میں جو اُمور تحریر فرمائے گئے ہیں ان کے بعض اجزاء سے اتفاق نہیں ہے"۔

مولانا حافظ کفایت حسین مجتہد ادارہ عالیہ
تحفّظ حقوق شیعہ پاکستان لاہور

"مضمون بالا کی بعض جزئیات اگرچہ تفصیل طلب یا غور طلب ہیں، مگر اصل مقصد کے لحاظ سے میں اِس پورے مضمون سے متفق ہوں"۔

مولانا حافظ محمد عبد اللہ روپڑی۔ متولّی جامع قدس
اہل حدیث لاہور

ماخوذ از ہفت روزہ "شہاب" لاہور
مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۶۱ء

HOUSE OF QUALITY BEARINGS

KHALID TRADERS

IMPORTER, INDENTOR, STOCKIST, SUPPLIER,
OF ALL KINDS OF BALL, ROLLER & TAPER BEARINGS

WE HAVE :
- BEARINGS FOR ALL INDUSTRIES & MARINE ENGINES.
- AUTOMOTIVE BEARINGS FOR CARS & TRUCKS.
- BEARINGS UNIT FOR ALL INDUSTRIAL USES.
- MINIATURE & MICRO BEARINGS FOR ELECTRICAL INSTRUMENTS.

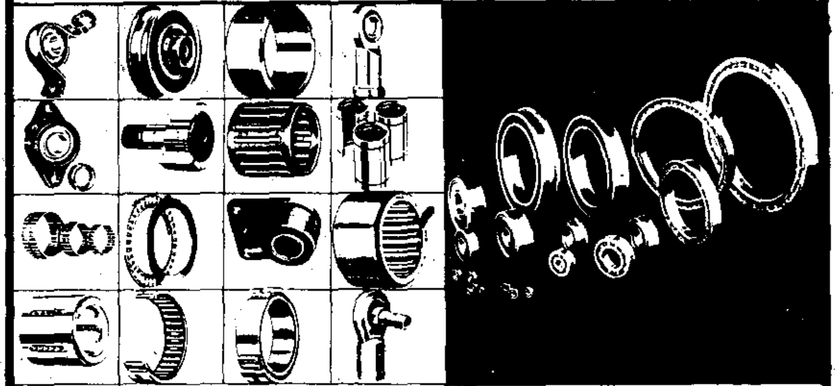

INA PRODUCTS

EZO HIGH PRECISION

MINIATURE BEARINGS
EXTRA THIN TYPE BEARINGS
FLANGED BEARINGS
BORE DIA .1 mm TO 75 mm

DISTRIBUTOR

RCD KBC EZO

STOCKIST

TR NACHI Koyo NSK INA SKF NTN

CONTACT : TEL. 732952 - 735883 - 730595
G.P.O BOX NO.1178.OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI - PAKISTAN
TELEX: 24824 TARIQPK. CABLE: DIMAND BALL.

قافلۂ انقلاب اسلامی، منزل بہ منزل★

تحریک الاخوان المسلمون (۲)

حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا فیصلہ قبل از وقت تھا!

قاضی ظفر حق

ابتداء و آغازِ کار..... شیخ حسن البنّا کے حالات زندگی میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ وہ نہایت بے قرار روح اور سیماب وش شخصیت کے مالک تھے۔ ایک بزرگ کے قول کے مطابق قدرت جسے کسی خاص کام کے لئے پیدا کرتی ہے اس کو وہ کام انجام دیئے بغیر چین نہیں آتا۔ چنانچہ ملازمت اختیار کرنے کے بعد جب ان کی تقرری اسماعیلیہ میں ہو گئی تو قاہرہ کی سرگرمیاں چھوٹ جانے کا انہیں نہایت غم ہوا جہاں وہ تندہی سے قہوہ خانوں میں اسلامی دعوت کا کام کر رہے تھے اور بڑے بڑے علماء کو انہوں نے اپنے جذب و آتشِ عشق سے پگھلا کر الحاد و لادینیت کی اٹھتی ہوئی لہر کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار و بیدار کر دیا تھا۔ چنانچہ مشہور ہفت روزہ الفتح انہی کی کوششوں کا ثمر تھا۔ اب جو حسن البنا اسماعیلیہ منتقل ہوئے تو وہاں نہ محمودیہ کی جمعیت الاخوان الحصافیہ تھی جس کی شمولیت انہیں دائمی روحانی مسرتوں سے ہمکنار کرتی تھی اور نہ وہاں قاہرہ کی بزمِ علمی تھی۔ چنانچہ شیخ حسن البنا خود لکھتے ہیں کہ اسماعیلیہ کی تقرری کا پروانہ پا کر وہ ہکّابکّارہ گئے اور محکمہ تعلیم کے دفتر میں جا کر اپنی تقرری پر خوب لے دے کی۔ تاہم یہ ایک آسمانی فیصلہ تھا جس کا بدلا جانا ممکن نہ تھا۔ چنانچہ استاد البنا رضا بقضاء اسماعیلیہ آن پہنچے۔ یہاں کا حال دیکھ کر شیخ نہایت رنجیدہ ہوئے کیونکہ ایک طرف تو اسماعیلیہ شہر انگریزی فوج کے

★ ہم معذرت خواہ ہیں کہ اس سلسلۂ مضمون کی قسط کئی ماہ کے وقفے سے شائع کی جا رہی ہے۔ ربطِ مضمون کو قائم رکھنے کے لیے فروری ۸۹ء میں شائع شدہ قسط کا مطالعہ مفید ہے گا۔

مستقر اور دوسری طرف سویز کمپنی کے گھیرے میں تھا جبکہ مسلمان ساکنانِ شہر مذہبی گروہوں اور سیاسی گروپوں میں منقسم تھے۔ یہ ایک تکلیف دہ صورت حال تھی مگر اس پر بھی مستزاد یہ بات تھی کہ اس صورت حال کے ازالہ کے لئے وہاں اسلامی دعوت کا کوئی وجود نہ تھا۔ شیخ نے چالیس دن تک حالات کا مطالعہ اور اللہ سے رجوع کی سنت پر عمل کیا اور پھر کسی مخصوص مذہبی گروہ سے وابستہ ہو جانے کی تہمت سے بچنے کے لئے ایک بار پھر اپنی اسلامی دعوت کا آغاز مسجد کے بجائے قہوہ خانوں سے کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ شیخ کے دروس نے قہوہ خانوں میں آنے جانے والوں کو موم کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان قہوہ خانوں کا رش دوبالا ہو گیا۔ بے چین دل اور سعید و بے قرار روح کے حامل افراد نے شیخ کے گرد جمع ہونا شروع کر دیا اور شیخ سے تربیت کا مطالبہ کرنے لگے۔ چنانچہ شہر سے باہر ایک پرانے زاویہ کو اس مقصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا گیا اور وہاں تازہ تازہ وارد ہونے والوں کو عملی اسلامی احکامات مثلاً وضو اور نماز وغیرہ کی ٹریننگ دی جانے لگی۔ یہ کام گویا الاخوان المسلمون کی تاسیس کا نقطۂ آغاز بن گیا۔ چنانچہ الاخوان المسلمون کی تاسیس ان چھ افراد سے ہوئی جو شیخ کے قہوہ خانوں کے دروس اور زاویوں کی تربیت سے متاثر تھے اور اس کام کو مقصد زندگی بنا کر چلنا اور جینا چاہتے تھے۔ تاسیس کا یہ سارا واقعہ حسن البنا شہید نے اپنی ڈائری میں محفوظ کر دیا ہے۔ ہم اسے انہیں کے الفاظ میں نقل کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"جہاں تک مجھے یاد ہے یہ ذوالقعدہ ۱۳۴۷ھ مطابق مارچ ۱۹۲۸ء کی بات ہے کہ مندرجہ ذیل چھ احباب گھر پر مجھے ملنے کے لئے آئے۔ حافظ احمد الحصری' فواد ابراہیم' عبدالرحمان حسب اللہ' اسماعیل عز اور زکی المغربی۔ یہ حضرات میرے ان درسوں اور تقریروں سے متاثر تھے جو میں اسماعیلیہ میں وقتاً فوقتاً کرتا رہتا تھا۔ ان لوگوں نے مجھ سے دعوت کی گفتگو چھیڑ دی۔ اس وقت ان کی آواز میں گرج' آنکھوں میں چمک اور چہروں پر عزم و ایمان کی روشنی دمک رہی تھی۔ کہنے لگے:

"ہم نے آپ کی تقریریں سنی ہیں' انہیں دل کی گہرائیوں میں نقش کیا ہے اور ان کا ہم پر غیر معمولی اثر ہوا ہے۔ ہم یہ نہیں جانتے کہ اسلام کی عزت اور مسلمانوں کی بہبود کا عملی طریقہ کیا ہے۔ موجودہ طرز حیات سے ہم بیزار ہیں۔ یہ ذلت اور قید کی زندگی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ اس ملک کے اندر عربوں اور مسلمانوں کا کوئی مقام و مرتبہ اور عزت و وقار نہیں ہے۔ وہ بس غیر ملکیوں کے

فرمانبردار مزدوروں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمارے پاس صرف یہ خون گرم ہے جو رگوں میں غیرت و خودی کی حرارت لئے دوڑ رہا ہے۔ یہ جانیں ہیں جو شرف و ایمان کے احساس سے لبریز ہیں۔ یہ چند درہم ہیں جو ہم اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر لائے ہیں۔ جس طرح آپ کام کا راستہ سمجھ سکتے ہیں ہم نہیں سمجھ سکتے۔ جس طرح آپ وطن، دین اور ملت کی خدمت کی سبیل جانتے ہیں ہم نہیں جان سکتے۔ ہم اس وقت جو خواہش لے کر یہاں آئے ہیں وہ یہ ہے کہ جو کچھ ہماری ملکیت میں ہے وہ آپ کو پیش کر دیں تاکہ ہم اللہ کے حضور اپنی ذمہ داری سے بری ہو سکیں۔ ہمیں کیا کرنا ہے اس کی ذمہ داری آپ پر ہے۔ جو گروہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ عہد باندھتا ہے کہ وہ اس کے دین کے لئے زندہ رہے گا اور دین کی راہ میں مرے گا اور اسے صرف اللہ کی رضا درکار ہوگی..... ایسا گروہ اس امر کا مستحق ہے کہ وہ کامیاب و کامران ہو خواہ اس کی تعداد کم ہو اور اس کے وسائل ہیچ ہوں"۔

اس مخلصانہ صدا نے میرے دل پر گہرا اثر ڈالا۔ جو بوجھ مجھ پر لاد دیا گیا تھا میں اس سے فرار کی راہ اختیار نہ کر سکا۔ یہ وہی بوجھ ہے جس کی میں خود دعوت پیش کر رہا ہوں اور جس کے لئے میں تگ و دو کر رہا ہوں اور جس کے گرد میں لوگوں کو جمع کرنے کے لئے کوشش کر رہا ہوں۔ میں نے تاثر و انفعال کے جذبات میں ڈوبتے ہوئے انہیں کہا:

"اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی کو قبول فرمائے اور ان نیک ارادوں میں برکت بخشے اور ہم سب کو عمل صالح کی توفیق ارزانی فرمائے۔ جس سے اس کی رضا بھی حاصل ہو اور خلقِ خدا کو بھی فائدہ پہنچے۔ ہمارا فرض محنت و کوشش ہے۔ کامیابی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ آیئے ہم اللہ سے عہد کریں کہ ہم اسلام کی دعوت کے سپاہی بنیں گے، اسی دعوت کے اندر وطن کی زندگی اور قوم کی سرخروئی ہے"۔

چنانچہ عہد و بیعت وقوع پذیر ہوئی۔ ہم نے یہ حلف اٹھایا کہ ہم بھائی بن کر جیئں گے، اسلام کے لئے کام کریں گے اور اسلام کی راہ میں جہاد ہمارا شعار ہوگا۔

ایک دوست نے اٹھ کر کہا کہ ہم اپنے آپ کو کس نام سے پکاریں؟ کیا ہم کوئی انجمن ہوں گے یا کلب؟ یا سلسلہ یا کوئی ایسوسی ایشن۔ تاکہ ہم کوئی رسمی

حیثیت اختیار کر سکیں۔

میں نے کہا! ہم ان میں سے کچھ بھی نہ ہوں گے مظاہر پرستی اور رسمیات سے ہم دور ہی اچھے۔ ہمارے اس اجتماع و اتحاد کی بنیاد ہونی چاہئے۔ ایک مخصوص نظریہ و عقیدہ ، مخصوص اخلاقی تصورات اور مخصوص منہاج کار۔ اسلام کی خدمت کے لئے ہم آپس میں رشتہء اخوت سے وابستہ ہیں۔ لہٰذا ہم مسلمان بھائی ہیں اور ہمارا نام ہے! "الاخوان المسلمون"۔

یہ نام یکایک زبانوں پر جاری ہو گیا اور پھر یہ ضرب المثل بن گیا۔ یوں ان چھ افراد کے اتحاد سے اخوان المسلمون کی پہلی جماعت تشکیل پائی۔ مذکورہ مقاصد کی خاطر اس سادہ سی تقریب میں اور اس ناگہانی اور اتفاقی اصطلاح کے تحت....."

(حسن البنا شہید کی ڈائری..... مترجم خلیل حامدی)

یہ ہے وہ تاسیسی اجتماع جس میں الاخوان المسلمون کی داغ بیل پڑی۔ چھ افراد کا یہ قافلہ رفتہ رفتہ عالمی تحریک میں بدلتا چلا گیا۔ مشرق و مغرب کی باطل قوتیں اس سے خوفزدہ ہونے لگیں۔

اسلام دشمنوں کی آنکھوں میں یہ بال کی طرح کھٹکنے لگی۔ اس کی روز افزوں ترقی نے اتحاد و لادینیت کے سیلاب کے آگے بند باندھنے شروع کر دیئے۔ مقامی حکومتیں اس سے خوف و اندیشہ محسوس کرنے لگیں اور ابناء شیطان اس کے خلاف ملکی و بین الاقوامی سازشوں کے جال بننے لگے۔ سازشوں ، مظالم ، قربانیوں اور لازوال جذبوں کی یہ کہانی بہت طویل ہے مگر ہم قارئین کے طوالت گزیدہ ذہنوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس کو مختصر کرنے پر مجبور ہیں۔

تحریک کا ارتقاء

الاخوان المسلمون کی تاسیس کے پانچ سال بعد تک استاد حسن البناء اسماعیلیہ میں رہے۔ اس دوران حسن البناء اور ان کے رفقاء نے انتھک محنت اور بیمثال جدوجہد سے تحریک کا قافلہ منزل کی جانب تیز گام کر دیا۔ حسن البناء شہید نے اسماعیلیہ کے ان پانچ سالوں کی مکمل روداد اپنی ڈائری کے پہلے حصہ میں تحریر کی ہے۔ اس ڈائری کا ترجمہ محترم خلیل حامدی صاحب نے اپنے فاضلانہ اور معلومات افزا مقدمہ کے ساتھ تحریر کر کے اسلامک پبلی کیشنز والوں کے ذریعہ چھپوایا ہے۔ تحریک کے ارتقاء کے ایک ایک جزو کو سمجھنے اور اس سے

آگاہ ہونے کے لئے اس سے زیادہ قیمتی اور مستند مواد کہیں اور نہیں مل سکتا۔

ہم یہ مناسب سمجھتے ہیں کہ ارتقاء تحریک کی داستان خود حسن البناء کے الفاظ میں ان کی ڈائری سے جستہ جستہ حصوں کو نقل کر کے بیان کریں۔

مدرسہ تہذیب و تربیت...... "پھر ہم نے یہ مشورہ کیا کہ ہم اجتماع کہاں منعقد کریں اور اجتماع کا پروگرام کیا ہوا کرے۔ آخر کار ہم اس بات پر متفق ہو گئے کہ ہم شیخ علی الشریف کے مکتب میں شارع فاروق پر ۶۰ قرش ماہانہ کا ایک درویشانہ کمرہ کرائے پر لے لیں۔ اس میں ہم اپنی ضروری اشیاء بھی رکھیں اور اپنے خصوصی اجتماعات بھی منعقد کریں۔ اس شرط پر کہ ہمیں یہ حق ہو گا کہ جب طلبہ گھروں کو چلے جایا کریں تو ہم عصر سے لے کر رات تک مکتب کے سامان سے استفادہ کر سکیں۔ اس جگہ کا نام الاخوان المسلمون کا مدرستہ التہذیب رکھا جائے گا۔ اس کا نصاب اسلامیات کی تعلیم ہو گا جس میں بنیادی مضمون قرآن مجید کی صحیح قرات ہو گی۔ اس مدرسہ سے تعلق رکھنے والا اخ احکام تجوید کے مطابق قرآن کریم کی تلاوت کرے گا۔ پھر چند آیات اور سورتوں کے زبانی حفظ کی کوشش ہو گی اور ان آیات اور سورتوں کی مناسب و موزوں تفسیر بیان کی جائے گی۔ چند احادیث بھی یاد کرائی جائیں گی اور ان کی تشریح کی جائے گی۔ عقائد و عبادات کی تصحیح' اسلامی قوانین اور اسلامی اجتماعی آداب کے فلسفہ و حکمت کی تشریح' اسلامی تاریخ' سیرت رسول اللہ اور سلف صالحین کی سیرت کی آسان انداز میں تدریس ہو گی جس کا مقصد عملی اور روحانی پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہو گا۔ نیز باصلاحیت افراد کو خطابت و تبلیغ کی تربیت دی جائے گی اور اس غرض کے لئے انہیں نظم و نثر کے ضروری حصوں کو زبانی یاد کرایا جائے گا۔ یہ تمام امور مدرسہ کے نصاب میں شامل ہوں گے۔ نیز عملی مشق کے طور پر اخوان کو پہلے اپنے ہی ماحول میں تدریس و تقریر کی تکلیف دی جائے گی پھر آہستہ آہستہ انہیں وسیع تر ماحول میں اس خدمت پر مامور کر دیا جائے گا۔ اس مخصوص نصاب تعلیم کے گرد اخوان کا پہلا گروپ مدرستہ التہذیب سے وابستہ ہوا جو ۱۹۲۷ء۔ ۱۹۲۸ء کے تعلیمی سال کے اختتام پر ستر افراد کے لگ بھگ کی تعداد کو پہنچ گیا"۔

اسماعیلیہ میں اخوان کا مرکز اور مسجد:۔ "اخوان کے ایک خصوصی اجتماع میں یہ بحث چھڑ گئی کہ اسماعیلیہ کے اصل باشندوں کے اندر اپنی دعوت کو خصوصی طور پر زیادہ سے زیادہ فروغ دینا نہایت ضروری ہے...... چنانچہ ایک صاحب نے جماعت کا اپنا ایک مرکز تعمیر کرنے کی تجویز پیش کی۔ دوسرے صاحب نے اس میں مسجد کے لئے اضافہ کیا......

اس کے بعد ہم نے ایک قطعۂ ارضی کی تلاش شروع کر دی۔ عرب محلّہ کے بالکل آخری کنارے پر ہمیں ایک ٹکڑا ملا۔ چنانچہ ہم نے اسے خرید لیا اور بیعنامہ پر دو نیک انسانوں کے دستخط ہوگئے"۔ یہ مسجد اور مرکز دار الاخوان کے نام سے موسوم ہوا اور اس نے اسماعیلیہ میں دعوت کے استحکام کے لئے ایک مضبوط بنیاد فراہم کی۔

شُبرا خَیت میں اخوان:۔ "اخ حامد عسکریہ کو شُبرا خَیت منتقل کر دیا گیا۔ ایک لحاظ سے یہ منتقلی دعوت کے لئے خیر و برکت کا موجب ثابت ہوئی۔ شُبرا خَیت میں بھی تنظیم کی ایک شاخ کھول دی گئی اور اس شاخ نے اتنی ترقی کی کہ اس کی طرف سے ایک حفظِ قرآن کا مدرسہ جاری کیا گیا، ایک عظیم الشان مسجد بنائی گئی اور ایک پر شکوہ بلڈنگ تعمیر کی گئی جسے مدرسہ اور مسجد کے نام وقف کر دیا گیا"۔

اسلامی درس گاہِ حراء:۔ "اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کی بدولت مسجد کے اوپر مدرسہ کی عمارت قائم کر دی گئی، جونہی مدرسہ کی عمارت مکمل ہوئی ہم نے اس کے لئے "اسلامی درسگاہ حراء" کا اسلامی نام تجویز کیا۔

نصابِ تعلیم تین اقسام پر مشتمل تھا: پہلی قسم ازہر کے مدارس ابتدائیہ کے نصاب کے مطابق تھی اور طالب علم ازہر اور دینی درس گاہ کے لئے تیار ہو جاتا تھا۔ دوسری قسم میں دن کے ابتدائی حصہ میں ازہر کے ابتدائی مدرسہ کے نصاب کی تعلیم دی جاتی تھی اور آخری حصہ میں صنعت کاری کی تعلیم ہوتی تھی۔ تیسری قسم گورنمنٹ کے پرائمری اسکول کے مطابق تھی اور اس میں طلبہ کو ثانوی تعلیم اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے تیار کیا جاتا تھا............ اسلامی درس گاہِ حراء کی طرف خلقِ خدا کا رجوع بہت ہوا"۔

ابو صُوَیر میں دعوت کا آغاز:۔ "میں نے ابو صویر کا دورہ کیا اور مجھے یہ خیال ہوا کہ یہاں جماعت کی ایک شاخ کھولنا چاہئے۔ اس غرض سے میں نے لوگوں کے چہروں کو تاڑنا شروع کیا۔ قہوہ خانوں میں، سڑکوں پہ اور دکانوں میں میں لوگوں کو بھانپتا رہا۔ بالآخر میں شیخ محمد العجرودی کی دکان پر پہنچ گیا............ میں نے انہیں سلام کیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا...... میں نے ان سے اپنا تعارف کرایا اور وہ مقصد بھی بیان کر دیا جس کے لئے میں ابو صویر آیا تھا۔

...... اس نے بشدت اصرار کیا کہ میں مسجد کے اندر تقریر کروں یا سمندر کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد کے اندر جہاں لوگ جمع ہو جاتے ہیں مجلسِ وعظ منعقد کروں۔ میں نے یہ پسند کیا کہ میں قہوہ خانے میں درس دوں گا۔ چنانچہ میری تجویز منظور کر لی گئی۔ لوگ قہوہ

خانے میں جمع ہوگئے اور میری تقریر کو بڑے غور سے سنتے رہے...... میری گزارشات ان کے لئے بڑی اثر آفرینی کا سبب ہوئیں اور انہوں نے تاکید کی کہ میں دوبارہ یہاں آؤں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پے درپے دوروں کے بعد معاملہ یہاں تک ترقی کر گیا کہ ایک روز ہم احمد افندی دسوقی کے مکان پر جمع ہوئے اور ابو صویر میں الاخوان المسلمون کی شاخ قائم کرنے کا فیصلہ کیا"۔

بعد میں جلد ہی ایک مسجد کی تعمیر و توسیع کے بعد اس میں اخوان کا مرکز مقامی قائم ہو گیا۔

پورٹ سعید میں آغازِ دعوت:۔ "اسماعیلیہ میں احمد افندی مصری ایک نوجوان تھا۔ اس کی عمر ۱۷یا۱۸ برس تھی پورٹ سعید کا رہنے والا تھا۔ اپنے کچھ کاموں کے سلسلہ میں عارضی طور پر اسماعیلیہ میں مقیم تھا۔ اسماعیلیہ میں اس نے طویل عرصہ گزارا۔ اس دوران وہ الاخوان کے مرکز میں آمدورفت رکھتا رہا اور وہاں جو تقریریں کی جاتیں یا ہدایات جاری کی جاتیں انہیں وہ سنتا رہا۔ تھوڑی ہی مدت کے بعد اس نے باقاعدہ بیعت کر لی اور جماعت میں شمولیت اختیار کر لی اور اخوان کے اس گروہ میں شامل ہو گیا جو دعوت کے لئے مخلص ترین تھا اور دعوت کے فہم و ادراک میں پیش پیش تھا۔ اسماعیلیہ میں اس کا مشن ختم ہو گیا اور وہ اپنے اصلی وطن پورٹ سعید واپس چلا گیا اور اپنے ساتھ دعوت کی روشنی بھی لے گیا۔

پورٹ سعید میں اخ احمد افندی مصری کے نیک نہاد احباب اور وہاں کے پاکیزہ نفس نوجوانوں کا ایک گروہ ان کے گرد جمع ہو گیا اور وہ لوگ دعوت سے غیر معمولی طور پر متاثر ہو گئے۔ اخوان کی شاخ پورٹ سعید میں قائم ہو گئی۔ ایک معمولی درجہ کے زاویئے کے اندر بیٹھ کر میں نے پورٹ سعید کے نوجوانوں کی ابتدائی جماعت سے اس امر پر بیعت لی کہ وہ دعوت کے راستہ میں جہاد کریں گے یہاں تک کہ دو نتیجوں میں سے ایک نتیجہ برآمد ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ اس دعوت کو غلبہ عطا فرمادے یا ہم اس دعوت کی راہ میں ملیامیٹ ہو جائیں"۔

الاخوان البحر الصغیر میں...... "پورٹ سعید کے تحریکی اجتماع میں بحر صغیر کے علاقہ الجمالیہ کے باشندوں کا ایک وفد شریک ہوا۔ وفد میں اخ محمود افندی عبداللطیف 'الجمالیہ کے ایک نوجوان بھی تھے۔ اخ عمر غنام' دقھلیہ کی سنگر کمپنی کے ایجنٹ بھی تھے۔ ان کی یہ شرکت کسی پروگرام کے تحت نہ تھی۔ اجتماع کی کشش پر وہ آگئے اور اجتماع کی عام تقریر انہوں نے سنی۔ اجتماع کے بعد وہ رک گئے ______ اور تحریک کے مقاصد

اور بنیادی نکات پر بحث و مباحثہ کرنے لگے اور پھر وہ اس عزم کے ساتھ لوٹے کہ وہ اپنے علاقہ بحر صغیر میں بھی اس کار عظیم کو سرانجام دینے کی ذمہ داری اٹھائیں گے۔ چنانچہ زیادہ مدت نہ گزری تھی کہ ان کی طرف سے ہمیں پے درپے خطوط ملنے شروع ہو گئے اور آخر کار بحر صغیر کے علاقہ المنزلہ میں اخوان کی ایک شاخ کھل گئی۔ اس کے صدر استاذ جلیل شیخ مصطفیٰ الطیر منتخب ہوئے"۔ اس کے بعد الجمالیہ کے آل عبداللطیف کے مکان پر ایک اور شاخ قائم ہو گئی۔ ایک تیسری شاخ جو جدیدۃ المنزلۃ کے نام سے مشہور ہے' آل طویلہ کے مکان پر کھول دی گئی۔ الغرض وطن عزیز کے اس محبوب حصے میں بھی قافلۂ دعوت پورے جوش و خروش سے رواں دواں ہو گیا"۔

سویز میں عَلَم دعوت بلند ہوتا ہے...... "دوسری بار پھر میں سویز کے دورے پر گیا اور استاذ محمد طاہر منیر' اخ شیخ عبدالحفیظ اور اخ شیخ عفیفی الشافعی عطوہ سے ملاقات ہوئی۔ اس ملاقات کا نتیجہ یہ نکلا کہ اربعین کے اندر اخوان کی شاخ قائم ہو گئی' جس کے صدر شیخ عفیفی الشافعی عطوہ مقرر ہوئے۔ اس کے بعد دعوت کو برابر فروغ ملتا رہا یہاں تک کہ اس علاقہ کے اندر ایک سے زائد شاخیں کھل گئیں اور اخوان کا ایک عظیم الشان مرکز اور ایک عظیم الشان عمارت قائم ہو گئی۔ بحر احمر کے تمام قصبوں مثلاً غُرْدقہ' رأس غارب' قصیر' سفاجہ وغیرہ میں شاخیں قائم ہو چکی ہیں اور یہ سب سویز کے مرکز کے تابع ہیں۔ ان علاقوں میں پاکباز و پاک نفس انسانوں کا ایک چیدہ گروہ اس دعوت کے گرد جمع ہو چکا ہے"۔

فتح قاہرہ...... تحریک اسلامی کے لشکر کی تیز تر فتوحات کو دیکھ کر ہر صاحب نظر مصر میں اس کی درخشانی کا اندازہ کر سکتا ہے۔ قاہرہ' مصر کا دارالحکومت جہاں حسن البناء کا خاندان منتقل ہو گیا تھا' کیونکر اس چراغ کی روشنیوں سے محروم رہ سکتا تھا۔ جہاں پہلے ہی سے حسن البناء کے چھوٹے بھائی عبدالرحمان الساعاتی اور ان کے دوست محمود سعدی الحکیم نے "جمعیت الحضارۃ الاسلامیۃ" تشکیل دے کر دعوت و تربیت کا غلغلہ بلند کر رکھا تھا۔ جمعیت کے ذہین و فطین نوجوانوں نے الاخوان المسلمون کی جدوجہد کا مطالعہ کیا اور اسماعیلیہ اور اس کے اطراف میں پھیلی ہوئی اخوان کی شاخوں کا جائزہ لیا۔ ان حضرات نے اسماعیلیہ کے اخوانی مرکز سے رابطہ قائم کیا۔ اتحاد پر مذاکرات ہوئے اور جمعیت حضارۃ الاسلامیہ الاخوان میں ضم ہو گئی۔ قاہرہ میں جمعیت کے دفتر کو اخوان کا مرکز بنا لیا گیا اور وہاں بھی اخوان کی شاخ کھل گئی۔ اس کے بعد الاخوان نہ صرف قاہرہ میں بلکہ تمام مصر میں بڑھتے اور پھیلتے ہی چلے گئے۔

حسن البناء شہید کی محنت اور تحریک کی سرعت کا اندازہ صرف اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مارچ ۱۹۲۷ء سے اکتوبر ۱۹۳۲ء کے ساڑھے پانچ سالہ قیامِ اسماعیلیہ کے دوران الاخوان المسلمون کی سترہ[لے] شاخیں ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہو چکی تھیں ہر شاخ کے ساتھ ایک مسجد اور ایک تربیتِ جہاد حاصل کرنے کا کلب اور بعض کے ساتھ مدرسہ بھی ملحق تھا۔ ایک بڑا مدرسہ لڑکوں کے لئے درس گاہ حراء اور لڑکیوں کے لئے ایک نسبتاً چھوٹا مگر کافی گنجائش کا مدرسہ امہات المومنین اسکول کے نام سے چل رہا تھا۔ خواتین کا شعبہ الگ قائم ہو کر الاخوات المسلمات کے نام سے خدمات سرانجام دے رہا تھا اور "فرقہ الرحلات" کے نام سے تربیتِ جہاد کا نظم باقاعدہ کام کر رہا تھا۔

بے پناہ وسعت کا دور

اکتوبر ۱۹۳۲ء میں جب حسن البنّاء قاہرہ منتقل ہو گئے تو تحریک کا مرکز بھی ان کے ساتھ ہی شفٹ ہو گیا۔ ایک ہی سال کے بعد تحریک کی وسعت کا حسن البناء کے قلم سے پتہ چلتا ہے کہ......

> "اخوان کی دعوت اور نظریہ مصر کے پچاس سے زیادہ شہروں اور قصبوں تک پھیل گیا ہے۔ ان شہروں میں نہ صرف اخوان کی شاخیں قائم ہو گئی ہیں بلکہ ان شاخوں کے ساتھ کوئی نہ کوئی مفید اسکیم بھی ہر جگہ عمل میں آچکی ہے"۔

جڑوں کو خوب مستحکم کر لینے کے بعد شہید البناء نے دعوت کو حکومتوں اور سیاستدانوں تک وسیع کر دیا۔ انہیں پے درپے خطوط لکھ کر اصلاح احوال کی طرف توجہ دلائی اور سیاسی و معاشی نظام اور تعلیمی و عدالتی نظم میں انقلابی انداز میں اسلامی خطوط کے مطابق تبدیلیاں کرنے کی تلقین کی۔ ۱۹۳۸ء تک الاخوان کی دعوت مصر کے کونے کونے اور عالم عرب کے حساس مقامات تک پھیل چکی تھی۔ ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء کا جنگ عظیم کا زمانہ الاخوان کی تاریخ کا سنہرا دور ہے جس میں اس کی دعوت زندگی کے تمام طبقات سے تعلق رکھنے والوں میں پھیل گئی۔ اب یہ تمام طبقات کی نمائندہ ایک انقلابی جماعت تھی جس کی قوت نظر انداز نہیں کی جا سکتی تھی۔ ۱۹۴۵ء میں الاخوان نے مصر سے انگریزوں کی ہر قسم کی دست اندازی ختم کرنے اور اس کو اُس شجرِ خبیثہ

لے یہ یاد رہے کہ چھوٹی شاخ سوار کان اور بڑی تین سوار کان پر مشتمل ہوتی تھی۔

جسے برطانوی استعمار کہتے ہیں سے پاک کرنے کے لئے بھرپور مہم چلائی جس نے اس کی مقبولیت کو چار چاند لگادیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے فعّال کارکنوں کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ گئی اور مصر سے باہر سوڈان میں بھی اس کی پچاس شاخیں قائم ہوگئیں۔ شام لبنان اور دیگر عرب ریاستوں میں بھی اس کا اثرونفوذ نظریاتی ہم آہنگی سے بڑھ کر تنظیمی سانچے میں ڈھل گیا۔ یہی وہ دور ہے جس میں الاخوان پے درپے آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزرنے لگے اور اسی دور نے دور حاضر میں عشق و وفا کے نہایت عجیب و غریب فسانے رقم ہوتے دیکھے۔ سازشوں کے دام ہمرنگ زمین لگے اور قربانیوں کے نئے باب کھلے۔ قلم کے اس خونچکاں باب کو ضبطِ تحریر میں لانے سے پہلے مناسب یہ ہے کہ الاخوان کے اندرونی نظم وتربیت اور دعوتی طریق کار پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

الاخوان المسلمون کا اندرونی نظم

الاخوان المسلمون شدید مرکزیت کی حامل ایک ایسی منظّم تحریک تھی جس پر سے اس کی مرکزی قیادت کی گرفت ڈھیلی نہ ہوتی تھی۔ جماعت کے سربراہ کو مرشد عام کہتے تھے جس کی مددواعانت کے لئے برتر جمعیت قائم کی گئی تھی جس کا نام مکتب الارشاد العام (OFFICE OF THE GENERAL DIRECTIONS) تھا۔ یہ بارہ ارکان پر مشتمل تھی اور یہ سب ارکان مجلسِ تاسیسی میں سے مرشد عام خود چنتے تھے۔ قاہرہ میں جماعت کی شاخ مرکز عام کہلاتی تھی اور یہ مجلس تاسیسی کے سوا ارکان اور مکتب الارشاد العام پر مشتمل تھی۔ یہ مرکز عام کسی بھی شاخ کے قیام کو رد کر سکتا تھا اور قائم شاخ کو توڑ سکتا تھا۔ اس مرکز عام نے متعدد کمیٹیاں بنا رکھی تھیں تاکہ کام تقسیم ہوکر بسہولت اور بنظم انجام پائے۔ جماعت کی ایک جمعیت عمومی انتظامی بھی تھی جس میں جماعت کے تمام مسائل و معاملات زیر بحث آتے تھے۔ جو شاخوں اور انتظامی وحدتوں کو قائم کرتی تھی۔ دستوری مسائل بھی جمعیت عمومی (GENERAL ASSEMBLY) میں طے ہوتے تھے۔ اس مرکزی نظم کے بعد مقامی نظم تھے جن میں سب سے بالا نظم انتظامی وحدت کا تھا یہ انتظامی وحدتیں اپنی مجلس شوریٰ رکھتی تھیں جس کے ارکان جمعیت عمومی نامزد کرتی تھی۔ پھر شاخ ہوتی تھی جسے ترقی دے کر انتظامی وحدت میں بدلا جا سکتا تھا۔ شاخ کے تحت متعدد مراکز زاویئے اور اسرے اور کتائب ہوتے تھے جن میں فعال ارکان کو تقسیم کر دیا

جاتا تھا تاکہ ان کی تربیت اور کام کی نگرانی میں آسانی ہو۔ ایک اخوانی کو فعال کارکن کے مقام تک پہنچنے کے لئے کئی مدارج طے کرنا ہوتے تھے جب وہ ان مدارج سے کامیابی سے گزر جاتا تو اسے بیعت کر لیا جاتا۔ اس کے بعد وہ خصوصی اجلاسوں میں شرکت اور اہم ذمہ داریوں کی ادائیگی کا اہل سمجھا جاتا تھا۔

جماعت میں تقسیم کار کا اصول اپنایا گیا تھا۔ چنانچہ مرکز عام کی قائم کردہ کمیٹیوں کے تحت ایک شعبہ سوشل ویلفیئر کے کاموں کی نگرانی کرتا تھا۔ ایک شعبہ فرقۃ الرحلات یعنی تنظیم جہاد کا نگران تھا۔ ایک شعبہ کے ذمہ عالم اسلام سے رابطہ کا کام تھا تو ایک سیاسی صورت حال پر مستقلاً نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اس کے علاوہ جماعت کے اقتصادی معاملات کی دیکھ بھال اور تجارتی فرموں کے قیام وانتظام کا شعبہ جدا تھا۔ الغرض اسی طرح صحافت، تعلیم اور دینی تربیت کے جماعتی پروگرام باقاعدہ اور منظم انداز میں مرکزی نگرانی میں چل رہے تھے۔

اس نظم کی ایک اہم بات الاخوات المسلمات کا پہلے ہی دن سے علیحدہ قیام بھی ہے۔ ان کی سرگرمیاں گھر اور سماجی خدمات تک محدود تھیں۔

ہر دو سال بعد تمام شاخوں کے سربراہوں کی کانفرنس بھی منعقد ہوتی تھی۔

ماخوذ از ''اسلام ایک نظریہ ایک تحریک'' (مریم جمیلہ)
''حسن البناء کی ڈائری''

الاخوان المسلمون کا تربیتی نظام

الاخوان المسلمون کے تربیتی نظام کی اساسات کو ایک منظم فکر کی حیثیت حاصل ہے۔ ہمارا یہ خیال علامہ یوسف القرضاوی کی اپنے موضوع پر بے مثال تصنیف 'التربیۃ الاسلامیۃ و مدرسۃ حسن البناء' پڑھ کر قائم ہوا ہے۔ اگر اس موضوع پر سیر حاصل بحث پڑھنے کی خواہش ہو تو اس کتاب کا مطالعہ سیرابی کے لئے کافی ہے اس کا ترجمہ عبید اللہ فہد فلاحی کے قلم سے اردو زبان میں بھی ہو چکا ہے جس کا نام عنوان بالا ہی ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے بقول اس تربیتی نظام کی فکری اساس چھ نظریاتی نکات پر مشتمل ہے۔ فرماتے ہیں!

اخوان نے افراد کی تربیت میں مندرجہ ذیل پہلوؤں کو خصوصی طور سے ملحوظ رکھا ہے۔ ربانیت، جامعیت، تعمیر وایجابیت، اعتدال و توازن، اخوت واجتماعیت اور صبر واستقلال۔

ربّانیت سے مراد ہے فرد میں ایمانِ حقیقی کا نشوو ارتقاء۔ ایک فرد میں ربانیت اس وقت پروان چڑھتی ہے جب اس کا ایمان اقرارِ لسانی سے بڑھ کر ایک طرف تو تصدیق قلبی میں اضافہ کا موجب بنتا ہے اور دوسری طرف عمل کی جہتوں پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اس ایمان کی تابناکی دلِ زندہ پر منحصر ہے۔ دل کی زندگی یہ ہے کہ اسے مادہ پرستی کے اثرات سے بچایا جائے اس کے لئے قرآن و سنت کی تعلیم اور عبادات و ذکر کی غذا کا اہتمام کیا جائے اور اس کی صحت پر اثرانداز ہونے والی آفات یعنی باطنی بیماریوں اور عملی گناہوں سے اسے بچایا جائے۔ تربیت کی دوسری اساس جامعیت ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ فرد میں زندگی کے تمام شعبوں میں مرضیاتِ الٰہیہ کے مطابق رویہ ابھرے۔ اس کے لئے اخوان نے فکری تربیت اخلاقی آرائش' جسمانی نگہداشت و قوت میں اضافہ' مجاہدانہ اوصاف کی نمود' اجتماعیت کے تقاضے نبھانے کی عادت ڈالنے اور سیاسی میدان میں بیدار ذہن اور مستحکم رائے اور مدبّرانہ کردار کی پرورش کا اہتمام کیا۔ تاکہ تربیت میں جامعیت حاوی رہے۔

تربیت کی تیسری بنیاد تعمیر و ایجابیت سے مراد یہ ہے کہ تخریب و تردید کے کام سے جو تمام صلاحیتیں منفی راستہ پر لگا کر ضائع کر دیتا ہے ، بچا جائے اور ہردم وقت مال اور صلاحیتیں تعمیری کاموں میں صرف کی جائیں تاکہ دنیا اور آخرت کا منافع حاصل ہو اور ایجابیت سے جو اسی فکری اساس کا دوسرا پہلو ہے مراد یہ ہے کہ کسی مفسدہ کا توڑ عمل کو سلبیت پر اکسا کر کرنے کے بجائے ایجابیت کی راہ پر لگا کر کیا جائے۔ اس کی مثال حسن البناء کی ڈائری میں منقول ایک واقعہ ہے۔ جس کے مطابق جب لوگوں میں اشرار علماء اخوان کے بارے میں یہ مشاعبہ (PROPAGANDA) کرنے لگے کہ اخوان گستاخِ رسولؐ (معاذ اللہ) ہیں اور معراج کے منکر ہیں تو بعض اخوانی مرشد البناء کے پاس حزن و یاس کا پیکر بنے ہوئے آئے اور ان علماء کی شکایت کر کے ان کے خلاف کارروائی کی اجازت چاہی تو حسن البناء نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عوامی اجتماع کا اہتمام کریں جس میں اخوانی رہنما اس موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔ اجتماع کا اہتمام کیا گیا اور پر کشش و پر مغز تقاریر نے لوگوں کا دل موہ لیا جبکہ اشرار علماء انگاروں پر لوٹتے رہ گئے اور اخوان کی دعوت کا راستہ مزید ہموار ہو گیا۔

اس اساس کا تقاضہ ہے کہ ہر فرد لغویات سے مکمل پرہیز کرے۔ ایجاباً عمل کرتا رہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ خود کو مکمل مسلمان اور کامل مومن اور اللہ کا محبوب بنانے کے لئے کوشاں رہے۔ ایک مثالی مسلمان گھرانہ کے قیام کا اہتمام کرے۔ معاشرے کی اصلاح

کرے اور خیر کے فروغ اور شر کے استیصال کے لئے مستعدو کوشاں ہو۔ اپنی زمین کو غیر اسلامی اقتدار و اثرات سے پاک کرنے یا پاک رکھنے کے لئے ہمہ تن جہدو عمل میں مصروف رہے اور ایک حقیقی اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے سرگرم عمل رہے۔ اس پر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ امت مسلمہ کی سابقہ بین الاقوامی قائدانہ حیثیت اور انسانیت ساز' امن نواز اور خیر پرور تہذیب و ثقافت کی بحالی کے لئے حتی المقدور جان و مال کھپائے اور دنیا کی رہبری و معلمی کی ذمہ داری پوری کرے۔ دینی معاملات میں فقہی مناقشات اور فروعی اختلافات و موشگافیوں سے پرہیز کرے اور یہ خیال رکھے کہ اسے کم وقت میں ہی یہ زیادہ فرائض پورے کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا ہے اس لئے وہ ایک لمحہ بھی ضائع کر دینے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اعتدال و توازن سے مراد یہ ہے کہ عقل اور جذبات' مادہ اور روح' فکر و عمل' فرد اور معاشرہ' شوریٰ اور امیر' حقوق و فرائض جدید و قدیم اور تقلید و اجتہاد میں سے ہر چیز اپنے مقام پر اہم اور لائق توجہ ہے چنانچہ کسی ایک کا اختیار دوسرے کے ترک کو لازم نہیں ٹھہراتا اور نہ ہی اسے ٹھہرانا چاہئے اور ضروری ہے کہ سب کے تقاضے پورے کئے جائیں اور سب کا جائز مقام برقرار رکھا جائے۔

پانچویں فکری بنیاد اخوت و اجتماعیت ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپس میں رحمت و مؤدت کو بڑھایا جائے۔ مسلمان کو فطری اختلافات کے سبب سے جنہیں دنیا رنگ و نسل اور زبان و زمین کی تفریق کے سبب نادانی سے اہمیت دیتی ہے' غیر نہ سمجھا جائے۔ امت مسلمہ کی فلاح ہر فرد کی فلاح ہے جس کے لئے کوشش ضروری ہے یہی اخوت و محبت کا حقیقی مفہوم ہے۔

چھٹی اور آخری تربیتی اساس صبر و استقلال اپنے مفہوم میں تو واضح ہے ہی حقیقت یہ ہے کہ اخوان کے عمل میں اس کی وضاحت نہایت روشن ہے۔ اسلام پر عمل پیرا ہونے اور دعوت کی اشاعت و اقامت دین کے راستہ میں جو مصائب کے پہاڑ اخوان پر ٹوٹے وہ راہِ حق سے بھٹکا دینے کے لئے کافی تھے مگر آفرین ہے اس تربیت پر جس کے صدقے نے اخوان خواتین و حضرات کو بیس بیس سال قید و بند کی صعوبتیں جھیلنے پر آمادہ کر لیا مگر ان کے دل معافی طلبی کا ایک کلمہ کہنے پر راضی نہ ہوئے۔

ان فکری اساسات پر جن کا مفہوم کسی قدر ہم نے واضح کر دیا ہے' اخوان کی قیادت نے اخوان کی تربیت کے لئے جن ذرائع کو اختیار کیا اب ہم مختصراً انہیں بیان کئے دیتے ہیں۔

ہفتہ وار درسِ قرآن...... یہ درس قرآن پہلے منگل اور پھر بدھ کے روز ہوتا تھا۔ یہ درس ایک عمدہ دعوتی ذریعہ کے ساتھ ساتھ بہترین تربیتی آلہ بھی تھا۔ اخوان فکری رہنمائی اور قلبی حرارت یہیں سے حاصل کرتے تھے۔ مرکزی سطح پر یہ درس کبھی حسن البناء شہید دیتے تھے پھر سید قطب دینے لگے۔ نہ معلوم آج کل یہ سلسلہ جاری ہے یا حالات کی ستم ظریفی نے ختم کرا دیا۔

شبینہ مدرسہ...... اس مدرسہ کا اجراء حقیقت میں بڑا کارنامہ تھا۔ اسلامی تحریکیں مقامی سطح پر فرد کو اجتماعی تربیتی پروگرام دینے میں اکثر کامیاب نہ ہو سکی تھیں مگر اخوان نے ہر محلہ میں شبینہ اسکول کھول کر جن میں نماز تہجد' دعا و مناجات' تلاوت و ترتیل اور تعلیم کا بندوبست کیا گیا تھا ایک طرف تو اخوان کے ہر فرد کو ایک مستقل تعلیمی اور تربیتی ذریعہ مہیا کر دیا دوسری طرف مکہ کی تحریک اسلامی کی سنت بھی زندہ کر دی۔ یہ اسی مدرسہ کا اثر تھا کہ اخوان جیل خانوں سے حافظ قرآن' عالمِ حدیث اور اسلامی قانون کے ماہرین بن کر نکلے کیونکہ ان کے بقول قید نے تو ہمیں انہی کاموں کے لئے دنیا کے مشاغل سے نجات بخشی تھی۔

کلب...... الاخوان المسلمون نے مجاہدانہ تربیت کے حصول کے لئے کلب قائم کئے تاکہ انہیں جہاد کی ٹریننگ' جسم کی قوت میں اضافہ اور عملی مہموں کی مشق بہم پہنچانے کا ذریعہ بنائیں۔ یہ کلب ہر اخوانی شاخ کا مسجد' بہبود مرکز اور مدرسہ کی طرح ایک لازمہ تھا۔ اسی کلب کی برکات تھیں کہ جہادِ فلسطین میں اخوانی ایک دہشت زدہ کر دینے والے بے جگر مجاہد بن کر یہودیوں کے حواس پر چھاگئے اور ایک یہودی خوف سے چلا اٹھا:

> "ہم ساری دنیا سے آ آکر اس خطہ میں جمع ہوئے ہیں تاکہ امن و سکون سے زندگی بسر کریں اور یہ سارے عرب سے آ آکر اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ کرب سے جان دے سکیں۔ ہم انہیں شکست کیسے دیں۔ کیا زندگی اور موت کے طلبگار برابر ہو سکتے ہیں؟"

نصاب......

الاخوان المسلمون کے نصاب میں قرآن پاک مکمل' ریاض الصالحین مکمل اور حسن البناء' سید قطب' سید مودودی اور سید ابوالحسن علی ندوی کے رشحاتِ قلم شامل ہیں۔

الاخوان کا دعوتی طریق کار

گزشتہ صفحات میں آپ نے الاخوان المسلمون کا تحریکی ارتقاء، نظم جماعت اور تربیتی نظام مطالعہ کر لیا ہے اب ہم آپ کا تعارف الاخوان کے دعوتی طریق سے کرانا چاہتے ہیں۔ حسن البناء شہید کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ دعوت کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنا نوازا تھا اور سن تمیز سے وقتِ شہادت تک وہ تو گویا مجسم دعوت ہی رہے۔ ایک شخصیت جس کا دعوت سے اتنا گہرا قلبی و روحانی تعلق ہو بھلا اپنی جماعت اور اپنے شاگردوں کو دعوت کے میدان میں پیچھے کس طرح دیکھ سکتی تھی جبکہ اسے اس حقیقت کا بھی پورا فہم و ادراک ہو کہ جس نظریہ اور نظام کی پشت پر سے دعوت کی قوت ہٹ جائے وہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے۔ چنانچہ الاخوان نے دعوت کو ہر ممکن ذریعہ سے پھیلایا اور اس میدان میں بہت آگے نکل گئے۔

اخوان کی دعوت کا آغاز قہوہ خانوں سے ہوا تھا اس لئے اخوانی پبلک مقامات پر صدائے حق بلند کرنے میں بہت بے جھجک واقع ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح اخوانی عام مقامات پر اللہ کی طرف پکارتے تھے اس نے پیغمبروں کی وہ سنت کہ 'ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا' زندہ کر دی تھی۔ عام مقامات 'قہوہ خانوں' ساحلی علاقوں' مساجد اور پارکوں میں تو ہر اخوانی جو موقع پاتا وعظ کہتا تھا تاہم دعوت کا ایک باقاعدہ نظم قائم کر دیا گیا تھا جس میں تربیت یافتہ اخوانی داعیوں کے ذمہ قریہ قریہ ہفتہ وار درس دینا' اہم شخصیات سے ملاقات کر کے انہیں دعوت دینا اور ہر فرد تک پیغام پہنچانا لگایا گیا تھا۔ دعوت کے افشاء کے لئے مختلف اسکولز' کالجز اور جامعات میں اعلیٰ تعلیم یافتہ اخوانی داعیوں کے لیکچرز کا بندوبست بھی کیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ شیخ البناء نے اس بات کا اہتمام بھی کیا تھا کہ دعوت کے لئے ہر ممکن ذریعہ کو اختیار کیا جائے اور دعوت سے کوئی آدمی ناواقف نہ رہ سکے۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے اخبارات و رسائل و ہفت روزے بطور آرگن استعمال ہوئے۔

دعوتی آرگن

ماہنامہ المنار:- یہ ماہنامہ سید رشید رضا مصری کی زیر ادارت نکلا کرتا تھا مگر ان کے بعد ان کے خاص حلقہ میں اس کو سنبھالنے والا کوئی نہ رہا تو حسن البناء نے اسے سنبھال لیا اور یہ

پہلے سے زیادہ آب و تاب سے چل نکلا۔

ہفت روزہ التعارف ' الشعاع :۔ یہ دونوں ہفت روزے الاخوان نے اپنا پریس خریدنے کے بعد جاری کئے تھے۔ پھر جب استبدادی حکومتیں اخوان کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئیں اور حسین سری پاشا کی حکومت نے اخوان کا پریس ضبط کر لیا اور ان رسالوں کو بند کر دیا تو ادھر ڈوبے ادھر نکلے کے مصداق اخوان نے مزید رسالے جاری کئے یہ النذیر ' الشہاب ' المباحث اور الدعوۃ اور المسلمون تھے۔ طویل عرصہ کی بندش کے بعد جب الدعوۃ کا دوبارہ اجراء ہوا تو اس کا بے پناہ جوش و خروش کے ساتھ استقبال ہوا جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ الاخوان ہی نہیں ان کی دعوت کی ضرورت بھی ابھی زندہ و باقی ہے۔

روزنامہ الاخوان :۔ یہ روزنامہ ۵ر مئی ۱۹۴۶ء کو جاری ہوا اور اس نے مصر کے صحافتی حلقوں میں ایک انقلاب بپا کر دیا۔

افشاءِ دعوت کے لئے الاخوان کی مرکزی قیادت نے دو فیصلے ایسے کئے جن کی درستی پر کافی کچھ کہنے کی گنجائش ہے۔ ایک تو قبل از وقت انتخابات اور سیاسی عمل میں شمولیت جو بقول مولانا علی میاں تمام آنے والی سخت منزلوں کی تمہید تھا۔ اور دوسرے تحریک چلانے کا فیصلہ۔ جب الاخوان نے حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا فیصلہ کیا تو مولانا محمد یوسف صاحبؒ امیر التبلیغ نے تین آدمیوں کا ایک وفد حسن البناء کی خدمت میں روانہ کیا کہ دعوت جس انداز میں چل رہی ہے اسی انداز میں آٹھ دس سال اور چلنے دیں تاکہ جب آپ کوئی تحریک چلائیں تو وہ کسی مثبت نتیجہ تک پہنچ سکے اور اگر آپ نے ابھی سے حکومت سے ٹکر لے لی تو حکومت جماعت کو پوری قوت سے کچل دے گی اور پچھلا کیا ہوا کام بھی ضائع چلا جائے گا۔ امام البناء نے یہ مشورہ نامعلوم وجوہ کی بناء پر قبول نہ کیا اور امیر التبلیغ کا اندیشہ افسوس کہ سچا ثابت ہوگیا۔ اس فیصلہ کے نتیجہ میں مصر میں برسراقتدار آنے والی ہر جماعت نے اخوان کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھا اور اخوان کی بربادی میں ہر ممکن کردار ادا کیا جس کے باعث مصر آج تک سیاسی طور پر غیر مستحکم چلا آرہا ہے کیونکہ اخوان کی مقبولیت کے پیش نظر ہر حکومت کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ پارلیمنٹ سے دور رہیں چنانچہ مصر مستقل طور پر آمریت کا شکار رہتا ہے اور اگر کبھی انتخابات ہوں بھی تو اخوان پر سے پابندی نہیں ہٹائی جاتی۔ یوں چالیس سال سے اخوان بندشوں کا شکار ہے۔

اس قبل از وقت فیصلہ کا انجام بڑے دوررس اثرات کا حامل ٹھہرا ہے اور اس نے تمام

معاصر تحریکوں کے لائحہ عمل کو متاثر کیا ہے چنانچہ تبلیغی جماعت اور نورسی تحریک نے تو اپنے لئے مکمل طور پر غیر سیاسی کردار پسند کر لیا ہے جبکہ جماعت اسلامی، ملی سلامت پارٹی اور دیگر ایسی ہی جماعتوں نے مکمل طور پر سیاسی مگر ٹکراؤ سے گریزاں بلکہ خرم مراد صاحب کے الفاظ میں کچھ لو کچھ دو کی پالیسی اختیار کر کے خود کو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے اور ان دونوں ہی طریقوں کے اسلامی دعوت پر منفی اثرات پڑے ہیں کیونکہ تاریخ دعوت میں یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ کوئی اسلامی تحریک مسلمانوں کی سیاسی زندگی کو اشرار کے رحم و کرم پر چھوڑ کر کٹ گئی اور محدود ہو گئی ہے[۱] اور یہ اصولوں پر سودے بازی اور پورے اور مکمل اسلام کے بجائے چند اقدامات پر اکتفا اور حمایت کا معاملہ بھی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ بہرحال اس عجلت پسندانہ فیصلہ کے اثرات نہایت ہمہ گیر اور دوررس ہوئے ہیں اور آج باقی عرب ممالک کی اخوانی جماعتیں بھی جماعت اسلامی کے نقشِ قدم پر چل رہی ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں سوڈان کی اخوانی جماعت نے وہ غلطی کی تھی جو جنرل ضیاء کی حمایت کر کے پاکستان میں جماعت اسلامی نے کی تھی۔

۱۔ عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ صوفیاء کی تحریکیں مسلمانوں کی ملی اور سیاسی زندگی سے منقطع اور CUT OFF ہوتی تھیں حالانکہ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔ صوفیاء کا کردار اس معاملہ میں نہایت شاندار رہا ہے اور جہاد و قتال اور اقامتِ دین و نفاذِ حدودِ شرعیہ کا قیام اکثر و بیشتر انہیں کا مرہونِ منت رہا ہے۔

ضرورت رشتہ

نوجوان لیکچرر ایم اے اسلامیات عمر ۲۸ سال مستقل رہائش و بزنس لاہور کے لیے پڑھے لکھے خاندان سے تعلیم یافتہ و دینی رجحان رکھنے والی لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ معرفت ماہنامہ میثاق لاہور۔ ۵۴۷۰۰

پرائیویٹ اسکول میں ٹیچر، غلبۂ اسلام کیلئے جدوجہد کرنے کا فطری عزم رکھنے والے مگر ستم رسیدہ و بے یار و مددگار ۲۸ سالہ نوجوان کیلئے ایسے خدا ترس اور رحم دل خاندان کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے جو گھر داماد رکھ سکیں۔ ذوالفقار احمد پتہ: سہیل ماڈل ہائی سکول۔ ۳۰۶ راوی روڈ نزد مینارِ پاکستان لاہور

تازہ، خالص اور توانائی سے بھرپور

پاک پیور®

مکھن اور دیسی گھی

یونائیٹڈ ڈیری فارمز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
(قائم شدہ ۱۸۸۰) لاہور
۲۲۔ لیاقت علی پارک ۴۔ بیڈن روڈ۔ لاہور، پاکستان
فون: ۲۲۱۵۹۸ - ۳۱۲۷۵۴

SV ADVERTISING

افہام و تفہیم

ایک سوال اور اس کا جواب

غیاث الدین چوہدری / ڈاکٹر اسرار احمد

سوال: محترم جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

آپ ہمارے ان چیدہ مذہبی علماء اور رہنماؤں میں سے ایک ہیں جو حریت خیال و نگاہ کے حوالے سے منفرد ہیں اور جن کی آراء سے اختلاف تو کیا جا سکتا ہے مگر اُن کی فکری استقامت، جرأتِ اظہار، بیباکیٔ گفتار اور بے خوفیٔ کردار سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے قرآن و حدیث کا غیر معمولی وسعت کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اور اُن کے عملی اطلاقات کی تمام تر نزاکتوں پر آپ کی نظر ہے۔ آپ لوگوں کو ہم خیال بنانے کی غیر معمولی قوت رکھتے ہیں۔ تنظیم اسلامی آپ کی اس قوتِ جلیلہ کا ایک نمایاں مظہر ہے۔ آپ نے دین کے تقاضوں کی تکمیل و تنفیذ کے سلسلے میں عصری ضرورتوں کی اہمیت کے حوالے سے بہت تدبر فرمایا ہے۔ یوں ایک مخصوص نوع کے اجتہاد کا در وا کرنے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا میں آرزومند ہوں کہ آپ میرے سوال کے جامع جواب سے اُن تمام لوگوں کو اپنے منفرد خیالات سے مستفیض فرمائیں گے جو میری طرح اس کے ہمہ جہت جواب کے لئے بے تاب ہیں۔ آپ سے میرا سوال یہ ہے "سچ کی عملداری جھوٹ کے مقابلے میں کم کیوں ہے جب کہ ہر کوئی سچ ہی کا حامی یا دعویدار ہے؟"

غیاث الدین چوہدری
عارف عبدالمتین اکیڈمی،
۸۔ ایبٹ روڈ، لاہور۔

محترمی و مکرمی غیاث چودھری صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

آپ نے میرے بارے میں جن نیک خیالات و جذبات کا اظہار فرمایا ہے اگرچہ وہ زیادہ تر تو آپ کے حسنِ نظر ہی کا مظہر ہیں اس لئے کہ "من آنم کہ من دانم" کے مصداق اپنی اصل حیثیت سے میں خود ہی واقف ہوں، تاہم آپ کے اس حسنِ ظن پہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آپ کا سوال دو مشاہدات (OBSERVATIONS) پر مبنی ہے یعنی:

ایک یہ کہ دنیا میں سچ کی عملداری جھوٹ کے مقابلے میں کم ہے، اور

دوسرے یہ کہ ہر انسان سچائی کا حامی یا دعویدار ہے !

میرے نزدیک آپ کے یہ دونوں مشاہدات درست اور مطابق واقعہ بھی ہیں اور مطابق وحیٔ الٰہی بھی ـــــ چنانچہ :

۱۔ سورۂ سبا کی آیت ۱۳ میں فرمایا گیا : " وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ " یعنی "میرے بندوں میں شکرگزار کم ہی ہیں"۔ اسی طرح سورۂ صٓ کی آیت ۲۴ میں فرمایا : " إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ " یعنی ایمان سے بہرہ مند اور اچھے عمل کرنے والے لوگ کم ہی ہیں۔ اسی طرح سورۂ انعام کی آیت ۱۱۶ میں فرمایا گیا : " وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ " یعنی " اگر تم زمین میں بسنے والوں کی اکثریت کی پیروی کروگے تو وہ تمہیں اللہ کے (سیدھے) راستے سے گمراہ کر کے چھوڑیں گے " ـــــ مزید برآں بارہ مرتبہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا : " وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ " یعنی " لیکن لوگوں کی اکثریت علم (صحیح) سے عاری ہے ! " اور متعدد بار فرمایا گیا : " وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ " یعنی لوگوں کی اکثریت جذبۂ شکر سے محروم ہے " وقس علی ذالک۔

۲۔ اسی طرح قرآن اس حقیقت کو بھی واضح کرتا ہے کہ انسان نرا حیوان نہیں ہے بلکہ اس میں اللہ نے اپنی روح میں سے پھونکا ہے، چنانچہ سورۂ حجر اور سورۂ صٓ دو مقامات پر فرمایا گیا : " وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي " ـــــ انسان میں نفخ شدہ اس روحِ ربانی کا اثر یہ ہے کہ فطرتِ انسانی حق اور خیر، بھلائی اور نیکی اور صداقت و امانت کو پسند کرتی ہے اور جھوٹ اور باطل اور شر اور ظلم کو ناپسند کرتی ہے، ـــــ اس حقیقتِ واقعی پر سب سے بڑا گواہ تو ہر انسان کا اپنا ذاتی ضمیر یا نفسِ لوّامہ (یعنی CONSCIENCE) ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں سورۂ قیامہ کی دوسری

آیت میں اس کی قسم کھائی گئی ہے، یعنی " وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ " ــــ اس کے علاوہ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے گناہ کو چھپاتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اُس کی خبر دوسرے انسانوں کو ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نوعِ انسانی کا اجتماعی ضمیر بھی جھوٹ اور ظلم سے نفرت کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حدیثِ نبوی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) میں بدی کی تعریف (DEFINITION) ہی یہ کی گئی ہے کہ: " الاِثْمُ ماحاك فی صدرك وکرهتَ ان یطّلع علیه الناس" یعنی "گناہ وہ ہے جس سے تمہارے اپنے سینے میں بھی خلجان پیدا ہو جائے اور تم اسے ناپسند کرو کہ لوگ اُس سے واقف ہوں" ــــ مزید برآں اسی حقیقت کو قرآن اس طرح بھی واضح کرتا ہے کہ اس نے نیکی کے لئے " معروف " اور بدی کے لئے " منکر " کے الفاظ کو بطور اصطلاح اختیار کیا ہے، یعنی نیکی فطرتِ انسانی کی جانی پہچانی شے ہے، اور بدی اُسے ناپسند ہے!

اب آئیے آپ کے سوال کی جانب، یعنی یہ کہ جب حق و صداقت فطرتِ انسانی کو اتنے پسند ہیں تو پھر دنیا میں غلبہ ظلم و زور کو کیوں حاصل ہے؟ ــــ تو اس امر واقعی کے دو اسباب ہیں:

۱۔ ایک یہ کہ انسان میں صرف روحِ ملکوتی ہی نہیں ہے، اس کا نفسِ حیوانی بھی ہے جو صرف اپنی حیوانی جبلتوں کی تسکین سے دلچسپی رکھتا ہے اور جس میں ایک شدید رجحان بدی اور پستی کی جانب موجود ہے، بفحوائے الفاظِ قرآنی: " اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ " (سورۂ یوسف آیت ۵۳)۔ انسان کی روحِ ملکوتی کے پاؤں پستی کی جانب کھینچنے والی ان بھاری بیڑیوں ہی کی جانب اشارہ ہے سورۃ التین کی ان آیات میں کہ: " لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ○ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ○ " یعنی "ہم نے انسان کو پیدا تو کیا تھا بہترین ساخت پر، لیکن پھر اسے گرا دیا نیچے والوں میں سب سے نیچے!" ــــ چنانچہ انسان کی حیاتِ دنیوی کی توجیہہ ہی ازروئے قرآن یہ ہے کہ یہ ایک امتحانی وقفہ ہے، بفحوائے الفاظِ قرآنی: " اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا " یعنی "جس نے تخلیق فرمایا موت اور زندگی کو تاکہ تمہیں جانچے کہ کون ہے تم میں سے اچھے عمل کرنے والا!" جس کی صحیح ترین تعبیر کی ہے علامہ اقبال نے ان الفاظ میں کہ ؎

قلزمِ ہستی سے تو ابھرا ہے مانندِ حباب ۔۔۔ اس زیاں خانے میں تیرا امتحاں ہے زندگی!

۲۔ دوسرے یہ کہ اس مادّی دنیا میں جہاں قانونِ طبعی پوری طرح نافذ ہے، قانونِ اخلاق نافذ العمل

نہیں ہے ۔ گویا یہاں طبعی اسباب وعلل کے نتائج وعواقب تو بہ تمام وکمال ظاہر ہوتے ہیں ۔ اخلاقی اعمال کے اثرات یا تو بالکل ظاہر ہی نہیں ہوتے' یا ہوتے ہیں تو بہت محدود پیمانے پر' بلکہ بسا اوقات تو یہ بھی ہوتا ہے کہ "گندم از گندم بروید' جوز جَو" کے بالکل برعکس خیر اور نیکی کے نتائج نقصان اور تکلیف کی صورت میں جبکہ شر اور بدی کے نتائج نفع اور آرام کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں نتیجۃً انسان شر اور بدی کے اکتساب' اور جھوٹ اور خیانت کے ارتکاب میں زیادہ سے زیادہ جری اور بیباک ہوتا چلا جاتا ہے اور اس طرح بحیثیت مجموعی عالم انسانیت میں جھوٹ اور شر کا غلبہ ہو جاتا ہے ــــ ــــ اس پورے فلسفے کو ترتیب نزولی کے اعتبار سے قرآن حکیم کی بالکل ابتدائی آیات میں دریا کو کوزے میں بند کرنے کے انداز میں یوں سمو لیا گیا کہ :

"كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝" (العلق آیات ۶ ، ۷) یعنی "کوئی نہیں ، انسان سرکشی اور تعدّی پر آمادہ ہو ہی جاتا ہے' اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو (گرفت اور عقوبت سے) آزاد دیکھتا ہے !"

الغرض از روئے قرآن یہ ہیں وہ اسباب جن کی بنا پر دنیا میں اکثر و بیشتر جھوٹ ہی کا غلبہ اور ظلم ہی کا دور دورہ رہتا ہے' اس طرح گویا خالص اصولی اعتبار سے تو آپ کے سوال کا جواب میں نے اپنے فہم کی حد تک عرض کر دیا ہے ــــ البتہ آپ کے ظاہری سوال میں ایک دوسرا سوال مضمر ہے' اور وہ یہ کہ آخر اس کا حل کیا ہے !

اس کے ضمن میں بھی دو ہی باتیں پیش خدمت ہیں جو اصلاً ایک ہی حقیقت کے دو پہلوؤں کی حیثیت رکھتی ہیں :

ایک یہ کہ انسان کی حیاتِ دنیوی اس کی اُس اصل زندگی کے مقابلے میں بہت حقیر اور بے وقعت ہے جو ابدی اور لا متناہی ہے جس کے بارے میں قرآن حکیم کا فرمانا یہ ہے کہ : "وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِىَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝" (العنکبوت ، آیت ۶۴) یعنی "یقیناً اصل زندگی تو آخرت کے گھر والی ہے' کاش کہ انہیں معلوم ہوتا" ــــ اور جس کے ضمن میں علّامہ اقبال کا یہ شعر صد فی صد حقیقت پر مبنی ہے کہ ؎

تو اسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ جاوداں' پیہم دواں' ہر دم جواں ہے زندگی!

لہٰذا اگر اس عارضی اور بے وقعت زندگی میں جھوٹ کی عملداری سچ کے مقابلے میں زیادہ نظر آئے تو زیادہ پریشان ہونے کی بات نہیں ! ــــ اصل اور ابدی زندگی آخرت کی ہے

جس میں اس عالم کے برعکس اصل عملداری اخلاقی قانون کی ہوگی نہ کہ طبعی کی۔ چنانچہ ہر آن اور ہر لحظہ سچ اور حق ہی کا ظہور و غلبہ ہوگا ــــــ جھوٹ اور باطل کا وجود ناپید ہو جائے گا، بفحوائے الفاظِ قرآنی " جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا " (بنی اسرائیل آیت ۸۱) یعنی " حق آگیا اور باطل نابود ہوگیا ــ اور باطل تو (اپنی اصلیت کے اعتبار سے) ہے ہی ناپید ہو جانے والی شے !"

دوسرے یہ کہ اس دنیا میں حق و باطل اور سچ اور جھوٹ کے مابین کشاکش و کش مکش میں انسان کا اصل ہتھیار یہی ایمان بالآخرت ہے۔ اگر انسان کو آخرت کا یقین ہوگا تو اس عالمِ مادّی یعنی " جہانِ رنگ و بو" اور سلسلۂ اسباب و علل میں جھوٹ اور ظلم کے غلبے کے باوجود خود سچ اور حق و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑے گا۔ چنانچہ سورۂ علق کی جن آیتوں کا حوالہ اوپر دیا جاچکا ہے ان کے بعد تیسری آیت یہی ہے کہ " اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى " یعنی " یقیناً تیرے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے !" ــــ گویا کانٹ نے اپنی تالیف " تنقید عقلِ عملی " (CRITIQUE OF PRACTICAL REASON) میں جس اخلاقی قانون (MORAL LAW) کو وجود باری تعالیٰ کے لئے دلیل کے طور پر بیان کیا ہے، وہ حکمتِ قرآنی کی رُو سے اصلاً عقیدۂ آخرت کی دلیل ہے۔ !

فقط — خاکسار
اسرار احمد

پشاور میں

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

امیر تنظیم اسلامی کی جملہ کتب اور کیسٹس درج ذیل پتہ پر حاصل کی جاسکتی ہیں۔

دفتر تنظیم اسلامی پشاور

7/A رحمٰن پلازہ۔ خیبر بازار پشاور۔ فون ۲۱۴۷۳۴

امیر تنظیمِ اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک اہم خطاب

قربِ الٰہی کے دو مراتب

کتاب و سُنّت کی روشنی میں

اب کتابی صورت میں شائع کر دیا گیا ہے

سفید کاغذ، عمدہ کتابت و طباعت، صفحات ۹۶، ہدیہ -/۱۰ روپے

شائع کردہ: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن ۳۶۔ کے، ماڈل ٹاؤن۔ لاہور

ضرورت ہے

کراچی اور لاہور کے لیے چند معمولی پڑھے لکھے دیندار لڑکوں کی جو اُردو اور انگریزی پڑھ اور لکھ سکتے ہوں۔

تعلیمی قابلیت کی تفصیل اور اگر کوئی تجربہ ہو تو اس کی تفصیلات کے ہمراہ ہاتھ کی لکھی درخواستیں یکم ستمبر ۱۹۸۹ء تک پتہ ذیل پر ارسال فرمائیں۔

تنخواہ اور دیگر فوائد حسبِ لیاقت ہوں گے۔

سنی برائٹ انڈسٹریز

نزد مسجد سلیمانیہ۔ جہانگیر روڈ (ایسٹ) کراچی

افکار و آراء

اخبارات میں فحاشی کے خلاف

تنظیمِ اسلامی کی مہم

محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب مد ظلہ
السلام علیکم

میں اخبارات و رسائل میں بے حیائی و فحاشی کے فروغ کے خلاف آواز بلند کرنے اور تحریک چلانے پر آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ میں نے ماہ رمضان میں میر خلیل الرحمن کے نام ایک کھلا طویل خط اس سلسلے میں تحریر کیا تھا اور آخرت کی جوابدہی کا احساس دلاتے ہوئے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ پاکستانی قوم پر کچھ رحم کریں۔ لیکن "صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ" کے مصداق موصوف ٹس سے مس نہ ہوئے۔ خدا ان کے حال پر رحم کرے اور ان کو ہدایت دے (آمین) اس خط کی نقول میں نے ملک کے تمام جید علماء کرام اور اہم شخصیات کو ارسال کی تھیں اور ان سے بھی درخواست کی تھی کہ وہ اس برائی کے خلاف میدان عمل میں اتریں، لیکن افسوس کہ اس کا کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ نے اس برائی کے خلاف آواز بلند کی ہے، لیکن محض آواز بلند کرنے سے آپ کا کام مکمل نہیں ہو جاتا ہے۔ امید ہے کہ آپ اس برائی کے خاتمے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگادیں گے۔

میں آپ کو تجویز پیش کرتا ہوں کہ آپ جناب خلیل الرحمن اور جناب مجید نظامی سے بالمشافہ ملاقات کر کے انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالی آپ کی ذات کو ان لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنادے (آمین)

عاجز
فرخ شہزاد
اے 8/90، ایف.بی. ایریا۔ کراچی

(۲)

محترمی ڈاکٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ
اخبارات میں رنڈیوں، طوائفوں، ایکٹرسوں، ماڈل گرلز وغیرہ کی تصاویر کی بلا جواز اشاعت کے خلاف جو مہم آپ کی تنظیم نے شروع کی ہے میں اور میرے ہزاروں شاگرد اُس کی زبردست

حمایت کرتے ہیں اس ضمن میں پاکستان ٹائمز اور نیشن میں میرے مراسلے چھپے ہیں عکسی کاپی منسلک کر رہا ہوں۔ مغربی ممالک تو خیر بہت دور کی بات ہے کراچی کے اخبارات بھی جمعہ کو اس قسم کا میگزین شائع نہیں کرتے۔

تاہم ایک گذارش ہے کہ آپ ٹی وی سٹیشن کے باہر بھی مظاہروں کا اہتمام کریں ٹی وی اخبارات سے بھی زیادہ آگے نکل گیا ہے انگریزی فلموں میں بوسہ بازی شروع ہو چکی ہے۔ ڈراموں میں بغیر دوپٹے کے نوجوان لڑکیاں کام کر رہی ہیں۔ ڈانس دکھائے جا رہے ہیں۔ جامد تصویر سے زیادہ خطرناک متحرک تصویر ہے اور چلتی پھرتی کہانی ہے۔ مظاہروں میں میں خود شریک ہوتا مگر عصر کا وقت مجھے SUIT نہیں کرتا یا پھر مظاہرے جمعہ کو کسی وقت کئے جائیں۔

والسلام

ناچیز

مظہر علی ادیب

(۳)

تازہ شمارے میں تنظیم اسلامی کے کارکنوں کا اردو روزناموں کے خلاف مظاہرہ دیکھ کر اور اس کی روداد پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ یہ لاکھوں اخلاق پسند اور دین پسند لوگوں کے دل کی آواز ہے جو اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے 'جنگ' اور 'نوائے وقت' کے میگزینوں کو خریدتے ہیں اور دل میں کڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ مجبور نہیں ان اخباروں کی نفسیاتی سحر کاری کا شکار ہیں اسی لئے میری یہ رائے ہے کہ محترم اسرار صاحب اس قسم کے مظاہروں کے اہتمام کے ساتھ ساتھ براہ راست خریداروں اور قارئین کو مخاطب کرنے کا بھی اہتمام کریں اور وہ خود اور ان کے کارکن اپنی تحریروں اور تقریروں میں خریداروں اور پڑھنے والوں سے اپیل کریں کہ وہ تصویری میگزین خریدنے سے انکار کر دیں اور اگر ہاکر ضد کرے تو دوسرا اخبار خرید لیں جس میں تصویریں اور میگزین سیکشن نہیں ہوتے۔ ذرا سی ناگواری برداشت کرنے کا ایثار گوارا کریں۔ آخر میگزین خرید کر بھی ذہنی کوفت خریدتے ہیں۔ میں چونکہ آج کل فارغ ہوں اس لئے کئی روزنامے پڑھتا ہوں۔ وہ بھی جو میگزین شائع کرتے ہیں اور وہ بھی جو میگزین کا اہتمام نہیں کر سکتے۔ یقین مانئے کہ خبروں میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اگر دو ایک خبروں کا فرق ہو بھی جائے تو ٹی وی اس کی تلافی کر دے گا۔ آخر ہر کام کے لئے کچھ نہ کچھ ایثار تو کرنا ہی پڑتا ہے بقول مولانا جامی "بہر یک گل زحمت صد خاری باید کشید" یعنی ایک پھول کے لئے بہت سے کانٹوں کی چبھن برداشت کرنی ہی پڑتی ہے۔

پھر یہ دیکھئے کہ تصویروں کا مشغلہ پاکستان میں پہلے جنگ نے شروع کیا۔ نوائے وقت نے خریداری کم ہوتے دیکھ کر اپنی اخلاقی حس کو کاروباری حس سے مغلوب ہونے دیا اور بامر مجبوری یہ سلسلہ شروع کر دیا جیسا کہ آپ کے دئے ہوئے 'نوائے وقت' کے ایک تراشے سے ثابت ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مجید نظامی صاحب کی طرح جنگ والے میر صاحب بھی دل اور ضمیر کی گہرائیوں سے اس بدعت کو پسند نہیں کرتے ہوں گے لیکن مصلحت نے ان کے ضمیر کی آواز کو خاموش ہی نہیں بلکہ گہرائیوں میں دفن کر دیا ہے۔ ذرا سی تحریک پر ضمیر کی اور تحت الشعور کی

بے پناہ طاقت پھر بالائی سطح پر آ جائے گی۔

پھر یہ سب پاپڑ آخر خریداری کو بڑھانے کے لئے ہی بیلے جاتے ہیں۔ اصلاح احوال کے خواہش مندوں کی کوشش کے زیر اثر اگر خریداری کم ہوئی تو اخبارات کے ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔ خریدار اگر سادہ اخبار پسند کریں گے تو انہیں سادہ ہی شائع کرنے پڑیں گے۔ اس معاملے میں خریداروں کی حوصلہ افزائی کا بھی بہت بڑا قصور ہے۔ اسرار احمد سہاوری

رفقائے تنظیم اسلامی متوجّہ ہوں

تنظیم اسلامی کے طے شدہ مشاورتی نظام کے مطابق
رفقاء کی آراء سے استفادہ کی خاطر

یکم تا ۳ اکتوبر ۱۹۸۹ء

قرآن اکیڈمی، ۳۶۔کے، ماڈل ٹاؤن لاہور میں
رفقائے تنظیم کا ایک

اجتماعِ عام

منعقد ہوگا

جس میں رفقائے تنظیمِ اسلامی کے لیے اظہارِ خیال
اور افہام و تفہیم کے مواقع ہوں گے

المعلن: چوہدری غلام محمد، معتمد عمومی تنظیم اسلامی پاکستان

ترجمۂ قرآن — وقت کی اہم ضرورت

—— سوئٹزرلینڈ سے ایک صاحبِ درد کی پکار

رِیگِن ڈروف
سوئٹزر لینڈ

مورخہ 6 جولائی 1989ء

مکرمی جناب اسرار احمد صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہوں جس میں آپ تمام مومن و مومنات کی دعاؤں کی برکتیں شامل حال ہیں۔ شکر گزار ہوں رب العزت کا اور ساتھ دعا گو رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے ہم تمام مومن و مومنات کے گناہوں کو بخش دے' ہمارے دل کو روشن کردے' اور ہم لوگوں کی زندگی کو خدا کی کتاب قرآن اور سنت رسول کے مطابق عملی طور پر عمل پیرا کردے ۔ آمین. ثم آمین۔

اسرار صاحب اس خط کو لکھنے کے لئے میں کافی دنوں سے بے چین تھا اور ہوں۔ جانتے ہیں کیوں؟۔ سب سے پہلے تو میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں کہ آپ نے قرآن پاک کا ترجمہ مع مختصر تشریح کے اردو میں جو کیا ہے جو کیسٹس کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے وہ بلا شبہ نہایت اہم اور سنہرے حرفوں سے لکھا جانے والا کام ہے۔ آپ کی جتنی بھی اس سلسلے میں تعریف کی جائے کم ہے۔ مجھے آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ ایمانی جذبات ہیں جو حرف کی شکل میں نکل رہے ہیں۔ میں روزانہ خدا کی رحمت سے آپ کے ترجمے والے قرآن کے کیسٹ سنتا ہوں۔ جس سے ایمان اور روح تازہ ہو جاتی ہے۔ آج ہم مسلمانوں کی غفلت اور زبوں حالی کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کے معنی مطلب کو نہیں سمجھا اور نہ کبھی اس کے لئے وقت نکالتے ہیں۔ اگر ہمیں کامیابی چاہئے' سکون' چین' امن اور باہمی محبت چاہئے' جینے کا طریقہ اور سلیقہ چاہئے' روزمرہ زندگی میں آنے والے حالات سے نمٹنے کا طریقہ چاہئے کہ کس طرح کرنا ہے اور کیسے کرنا ہے تو پھر ہر انسان کو ایک سہارے کی ضرورت ہے' ایک رہنما کی ضرورت ہے۔ اور یہ سہارا اور رہنما صرف اور صرف قرآن پاک ہے۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مومن و مومنات کو اس قابل بناوے کہ ہم قرآن سمجھیں اور عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت سے نوازے۔ آمین ثم آمین

آپ سے ایک گذارش ہے اور یہ وقت کی پکار ہے' یہ دنیا کی پکار ہے' یہ گناہوں کی کھائی میں گرے ہوئے انسانوں کی پکار ہے' یہ بے چین دلوں کی پکار ہے کہ آپ صرف اردو ترجمے پر اکتفا نہ کریں بلکہ انگلش' جرمن' فرنچ' ترکی' اسپین' اٹلی' الغرض دنیا کی تمام زبانوں میں اسی طرح قرآن پاک کا ترجمہ و تشریح کریں جس طرح آپ نے اردو میں قرآن پاک کا ترجمہ و تشریح کیا ہے۔ اگر آپ اس کا بندوبست و انتظام اپنی سربراہی میں کریں یا کروائیں تو اس سے آج کے 85 فیصد بے چین انسانوں کو رہنمائی قرآن کے ذریعے مل جائے گی اور صحیح رخ کو اختیار کرتے ہوئے سچائی کی طرف اپنی زندگی کو رواں دواں رکھ سکیں گے۔ اسرار صاحب میرا جی چاہتا ہے کہ اس معاملے میں آپ کو لکھوں اتنا جو کبھی ختم نہ ہو۔ کیونکہ میں اس ملک میں ہوں جہاں لوگوں کو قرآن کا نام تو معلوم ہے لیکن قرآن کے اندر کیا ہے' کیوں ہے' کس لئے ہے' کس کے لئے ہے' یہ باتیں وہ نہیں جانتے۔ وجہ ظاہر ہے۔ کاش کہ آپ نے قرآن پاک کا جیسا ترجمہ اردو زبان میں تشریح کے ساتھ سلیس زبان میں کیا ہے ایسا ہر زبان میں ہوتا تو آج دنیا کی یہ حالت نہ ہوتی۔ اسرار صاحب آپ میری اس آرزو' تمنا' خواہش' اور قلب کی آواز کو میری طرف سے تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچادیں۔

۔ کاش کہ سعودی عرب کے بادشاہ کو اللہ تعالیٰ توفیق دے کہ وہ آپ کے ترجمۂ قرآن سے استفادہ کرتے ہوئے دنیا کی تمام زبانوں میں قرآن کے ترجمہ اور مختصر تشریح کو ریکارڈ کر کے دنیا بھر میں پھیلانے کا انتظام کریں۔ آمین ثم آمین۔ دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری مشکلوں کو آسان بنادے۔ ثم آمین۔

آپ کا قیمتی وقت لینے پر معذرت خواہ ہوں لکھنے میں غلطی اور بے ادبی ہو گئی ہو تو دل سے معاف کر دیجئے گا۔ شکریہ

فقط والسلام — ہمیشہ دعاوں کا طالب ناچیز
سید نہال احمد

—— (۲) ——

بھوانڈی (انڈیا) سے ایک طالبِ قرآن کا خط

مکرمی و محترمی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب زلو اللہ معالیک

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ بخیر و عافیت ہوں گے۔

میں آپ کیلئے اجنبی شخص ہوں لیکن میں آپ سے کسی حد تک متعارف ہو چکا ہوں۔ گذشتہ جمعہ کو بمبئی میں آپ کے رسائل "میثاق" "حکمت قرآن" ایک صاحب کی میز پر رکھے نظر آئے۔ میں نے وہیں بیٹھے بیٹھے سرسری طور پر ان اوراق کی ورق گردانی اور جستہ جستہ

تحریرات کو پڑھا جس سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں۔ مناسب سمجھتا ہوں کہ سرسری طور پر آپ سے تعارف کرادوں۔ میں ہندوستان میں مروجہ مدارس درس نظامیہ کا فارغ ہوں اور پھر بعد میں میں نے بمبئی یونیورسٹی سے "بی اے" "ایم اے" اور بی۔ایڈ تعلیم حاصل کی ہے۔ اور یہاں ایک سیکنڈری اسکول رفیع الدین فقیہ نامی میں معلمی کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔

اس مختصر تمہید و تفصیل کے بعد آپ سے یہ عرض ہے کہ میں خود قرآن کا شیدائی اور اس کی حکمتوں کا معترف و متلاشی ہوں۔ آپ کی تحریروں سے قرآن مقدس کی جو حکیمانہ تشریحات و توضیحات صفحۂ قرطاس پر نمودار ہو کر' آپ کیلئے صدقہ جاریہ اور عوام و خواص کیلئے افادۂ عام کا ذریعہ بن رہی ہیں اور رجوع الی دعوت القرآن کا جو جذبہ و شوق پیدا ہو رہا ہے اور ہو چکا ہے وہ قابل ستائش و احترام ہے اور آپ کیلئے ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء کا مصداق ہے۔

ان سطور کی تحریر سے مقصد و مدعا یہ ہے کہ اگر کوئی سبیل نکل سکے تو آپ اپنے رسائل کا اجراء میرے نام فرمادیں میں آپ کا ممنون کرم ہوں گا۔ نیز ایک مسجد میں خطابت کی ذمہ داری بھی میرے شانہ پر ہے جہاں تقریباً نماز جمعہ کیلئے سات سوسے لے کر ایک ہزار تک نمازیوں کی تعداد رہتی ہے۔ نیز بعد نماز عشاء درس قرآن کا سلسلہ بھی اپنی معلومات و مطالعہ کی حد تک دیا کرتا ہوں۔ آپ کے رسائل کو دیکھ کر راقم اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ وہ میرے لئے انتہائی کار آمد اور مفید ثابت ہوں گے اور ان کے مطالعہ سے میں عوام کو اور احسن طریقہ پر رجوع الی القرآن کی طرف مائل کر سکوں گا جس کے خاطر خواہ فوائد اور ثمرات حاصل ہونے کی توقع ہے۔ مجھے یہ نہیں معلوم کہ قرآن اور قرآنی موضوعات پر آپ کی اور کتابیں ہیں اور کتنی؟ یہ تو یقین ہے کہ جو جذبہ و شوق اور تڑپ آپ کی تحریروں میں مجھے نظر آیا، آپ کی مستقل تصانیف بھی ان موضوعات پر ہوں گی۔ کیا آپ سے میں یہ توقع رکھوں کہ آپ ایک تشنۂ قرآن کو' قرآن کے سرچشمۂ حیات سے سیرابی کے مواقع مہیا کریں گے اور عند اللہ ماجور ہوں گے۔

فقط والسلام

عطاء اللہ خاں غفرلہ

ڈاکٹر اسرار احمد کا نہایت اہم خطاب

جہاد بالقرآن

کتابی صورت میں دستیاب ہے

صفحات: ۵۶ سفید کاغذ، عمدہ طباعت، قیمت فی نسخہ -/۵ روپے

METHOTREXAT

INDICATION Methotrexate represents an important component of combination regimens used in the chemotherapy of numerous malignancies. It is indicated in the first place in the treatment of gestational choriocarcinoma, breast carcinoma, acute lymphoblastic leukemia, meningeal forms of leukemia, malignant lymphomas, sarcomas of bones and soft tissues, and further in the treatment of tumours of the lung and skin, Burkitt's lymphoma, mycosis fungoides, and head and neck tumours. **ADMINISTRATION AND DOSAGE** The administration of methotrexate may be peroral, intramuscular, intravenous, intraarterial or intrathecal. Several regimens for the administration of the preparations METHOTREXAT Lachema exist in the chemotherapy of individual types of malignities. The dosage is individual and must be always determined by an experienced physician. Intravenous or intramuscular administration of leucovorin represents an effective mean for neutralizing the toxic effects of methotrexate. It can be used after any overdosage. **PACKAGE** METHOTREXAT Lachema 5 mg lyophil. METHOTREXAT Lachema 50mg lyophil. METHOTREXAT Lachema 500 mg lyoph. METHOTREXAT Lachema 2.5 mg tab. METHOTREXAT Lachema 10 mg tab.

LA CHE MA

LEUCOVORIN Ca LACHEMA

INDICATION Leucovorin (folinic acid, citrovorum factor) is a derivative and the active form of folic acid. Cytostatically active antagonists of folic acid, e.g. methotrexate, prevent effectively the formation of tetrahydrofolate by inhibiting dihydrofolate reductase, which is an important factor in the transfer of monocarbon residues in the biosynthesis of nucleic acids, and in this way retard indirectly the cell division. The administration of leucovorin makes it possible to circumvent this reaction and thus to resume the biosynthetic processes. An antidotum in the overdosage and forced interruption of the therapy with methotrexate. It is used systematically in the protective treatment in the therapy with medium and high doses of methotrexate. **PACKAGE** LEUCOVORIN Ca Lachema 2.5 inj. lyophil. LEUCOVORIN Ca Lachema 25 inj. lyophil. **ADMINISTRATION AND DOSAGE** Leucovorin is usually administered in a dose of 3-40 mg/m² in intervals of three up to six hours for 48-72 hours. After administration of extremely high doses of methotrexate the dosage of leucovorin should be controlled on the basis of continuous examination of methotrexate concentration in serum.

LA CHE MA

PLATIDIAM

An Antitumour drug based on cisplatin. (cisplatinum, cis-DDP)

INDICATION Tumours of testis and ovarium, especially when used in combination therapy with vinblastine, bleomycin, adriamycin, and cyclophosphamide. Combination therapy of several other malignancies: tumours of the head and neck region, bladder, uterine cervix and lung. **ADMINISTRATION AND DOSAGE** PLATIDIAM is usually administered in a dose of 100-120 mg of cis-DDP per m² in a single dose or divided into 5 doses administered in five consecutive days in series separated by 3-4 weeks. This schedule is employed in both mono and polychemotherapy. The safe use of the preparation PLATIDIAM is based on appropriate hydration regimen with forced diuresis. The following schema of infusion is recommended: Prehydration with 500-1000 ml of 5% glucose within 1-2 hours, administration of PLATIDIAM in 1500-2000 ml of Ringer 1/2 di saline solution within 4 hours, 100 ml of 15% mannitol within 30 minutes, and posthydration with 500 ml of 5% glucose within 1 hour. **PACKAGE** PLATIDIAM 10 mg inj. lyophil. PLATIDIAM 25 mg inj. lyophil. PLATIDIAM 50 mg inj. lyophil.

LA CHE MA

Producer:

LA CHE MA

Czechoslovakia

INTERNATIONAL BUSINESS LINKERS

FOR FURTHER INFORMATION CONTACT

SOLE AGENTS IN PAKISTAN

M/S UMAIR ASSOCIATES

PHARMACEUTICAL DIVISION

P.O. BOX 10012, KARACHI.

PHONE : 236559

Exporter:

M/S

CHEMAPOL

Czechoslovakia

عمیر ایسوسی ایٹ پوسٹ بکس نمبر ۱۰۰۱۲ کراچی نمبر ۲

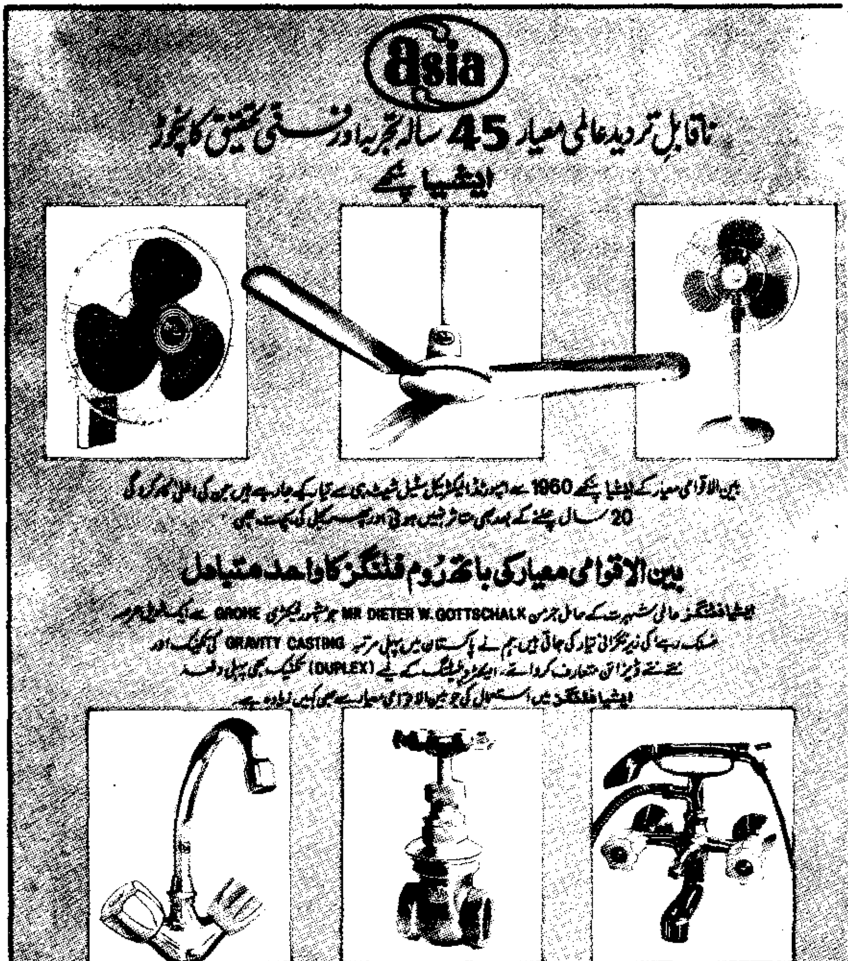
asia
ناقابلِ تردید عالمی معیار 45 سالہ تجربہ اور مسلسل تحقیق کا نچوڑ
ایشیا پنکھے
بین الاقوامی معیاری باتھ روم فٹنگز کا واحد متبادل
MR. DIETER W. GOTTSCHALK
GROHE
GRAVITY CASTING
(DUPLEX)
جہدِ مسلسل۔ ہماری کامیابی
انور انڈسٹریز (پرائیویٹ) لمیٹڈ
ANWAR PK 4584
62430-4
239675
62581
65075

PARAGON

Jawad®
Products

*We are manufacturing and exporting ready made gar-
ents (of all kinds including shirts, trousers, blouses, jackets,
iforms, hospital clothing; kitchen aprons), bedlinen,
tton bags, textile piece goods etc.*

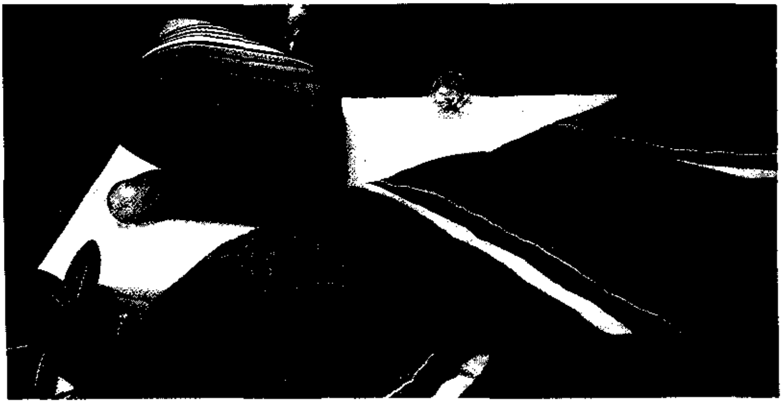

For further details write to :

M/s. Associated Industries (Garments) Pakistan (Private) Ltd.,
V/C/3-A (Commercial Area),
Nazimabad,
Karachi - 18
Tele : 610220/616018/625594

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Regd. L. No. 7360
VOL. 38 NO. 8
AUGUST 1989